لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

النور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

The Ka'aba, the first House of Worship on earth, rebuilt by the Prophet Abraham
It is the focus for yearly Pilgrimage by Millions of Muslims from around the world

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY **THE AHMADIYYA MOVEMENT IN ISLAM, Inc,** AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St., Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**
Postmaster: Send address changes to:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. BOX 226
CHAUNCEY, OH 45719

SOME SCENES FROM THE JALSA SALANA, WEST COAST, USA, DECEMBER 2001
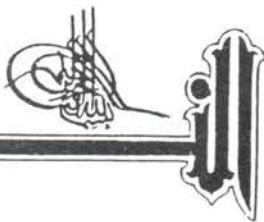
لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

فروری ۲۰۰۲ء　　　　تبلیغ ۱۳۸۱ ہش

فہرست مضامین

نگران: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ
ایڈیٹر: سید شمشاد احمد ناصر

القرآن الحکیم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۵﴾

۲۰۵۔ اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جس کی دنیوی زندگی کے متعلق بات تجھے پسند آتی ہے جبکہ وہ اس پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہوتا ہے۔

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۶﴾

۲۰۶۔ اور جب وہ صاحبِ اختیار ہو جائے تو زمین میں دوڑا پھرتا ہے تاکہ اس میں فساد کرے اور فصل اور نسل کو ہلاک کرے جبکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۗ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۷﴾

۲۰۷۔ اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کر تو اُسے عزت (کی اَنا) گناہ پر قائم رکھتی ہے۔ پس جہنّم کافی ہے اُس کے لئے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۸﴾

۲۰۸۔ اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔ اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۹﴾

۲۰۹۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۱۰﴾

۲۱۰۔ پس اگر تم اس کے بعد بھی پھسل جاؤ کہ تمہارے پاس کھلے کھلے نشان آچکے ہیں تو جان لو کہ اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

"یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُلَہٗ"

(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے۔ اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف' اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا"۔ (ترجمہ از عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸)

بقیہ صفحہ ۹

بہت سے پیغامات مل رہے ہیں اور خواہش کے باوجود بھی میں آپ کو انفرادی طور پر جواب نہیں بھجوا سکتا۔ حضور نے ایم ٹی اے کے توسط سے ساری عالمگیر جماعت کو عید مبارک کا پیغام دیا اور خصوصیت سے شہداء احمدیت کے پسماندگان اور اسیران راہ مولا کے لئے دعا کی تحریک فرمائی۔ خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے ہاتھ اٹھا کر دعا کروائی اور پھر جمعہ کی اذان کے بعد حضور نے مختصر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور پھر نماز جمعہ و عصر جمع کر کے پڑھائی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ

آج نماز عید اور خطبہ عید الاضحیٰ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے کچھ وقفہ کے بعد مختصر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس وقت سورج نصف النہار سے ڈھل چکا تھا اور قریباً ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ عام دستور تو یہی ہے کہ جب سورج نصف النہار پر ہو تو نماز پڑھنے کی ممانعت ہے لیکن احادیث میں ہے کہ جمعہ کے روز نصف النہار کے وقت بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ نے سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ کی دو روایتیں پڑھ کر سنائیں۔ حضرت ابو قتادہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جمعہ کے دن کے علاوہ نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسی طرح ایاس بن سلمہ بن الاکوع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر چلے جاتے تھے اور دیواروں کا کوئی سایہ نہیں ہوتا تھا۔

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حج سے صرف اتنا مطلب نہیں کہ ایک شخص گھر سے نکلے اور سمندر چیر کر چلا جاوے اور رسمی طور پر کچھ لفظ منہ سے بول کر ایک رسم ادا کر کے چلا آوے۔ اصل بات یہ ہے کہ حج ایک اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جو کمال سلوک کا آخری مرحلہ ہے۔ سمجھنا چاہئے کہ انسان کا اپنے نفس سے انقطاع کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھویا جاوے اور تعشق باللہ اور محبت الٰہی ایسی پیدا ہو جاوے کہ اس کے مقابلہ میں نہ اسے کسی سفر کی تکلیف ہو اور نہ جان و مال کی پرواہو نہ عزیز و اقارب سے جدائی کا فکر ہو جیسے عاشق اور محبّ اپنے محبوب پر جان قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کرنے سے دریغ نہ کرے۔ اس کا نمونہ حج میں رکھا ہے۔ جیسے عاشق اپنے محبوب کے گرد طواف کرتا ہے اسی طرح حج میں بھی طواف رکھا ہے یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جیسا بیت اللہ ہے ایک اس سے بھی اوپر ہے۔ جب تک اس کا طواف نہ کرو یہ طواف مفید نہیں اور ثواب نہیں۔ اس کا طواف کرنے والے کی بھی یہی حالت ہونی چاہئے جو یہاں دیکھتے ہو کہ ایک مختصر سا کپڑا رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کا طواف کرنے والے کو چاہئے کہ دنیا کے کپڑے اتار کر فروتنی اور انکساری اختیار کرے اور عاشقانہ رنگ میں پھر طواف کرے۔ طواف عشق الٰہی کی نشانی ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ گویا مرضات اللہ ہی کے گرد طواف کرنا چاہئے اور کوئی غرض باقی نہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم ص 102)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پیشگوئی مصلح موعود

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃُ اللہ ہے کیونکہ خُدا کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دِل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظۡهَرُ الۡاَوَّلِ وَالۡاٰخِرِ۔ مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَالۡعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خُدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

خطبہ عید الاضحیٰ

خانہ کعبہ وہ پہلا گھر ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا

یہ ایک ہی گھر ہے جہاں تمام دنیا کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ جس طرح ابتداء میں بنی نوع انسان کو اکٹھا کرنے کے لئے یہ گھر بنایا گیا تھا اسی طرح اس کی غرض یہ ہے کہ روحانی لحاظ سے بھی تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا جائے

خطبہ عید الاضحیٰ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ بتاریخ 17 مارچ 2000ء بمطابق 17۔امان 1379 ہجری شمسی بمقام اسلام آباد۔ٹلفورڈ، برطانیہ

(خلاصہ خطبہ عید الاضحی ۱۷/مارچ ۲۰۰۰ء)۔(خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۷/مارچ ۲۰۰۰ء)

اسلام آباد۔ٹلفورڈ(۱۷/مارچ ۲۰۰۰ء): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ عید الاضحیٰ اسلام آباد میں ارشاد فرمایا جہاں کثیر تعداد میں احباب و خواتین نماز عید کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضور ایدہ اللہ نے سنت نبوی کے مطابق پہلے دو رکعات نماز عید کی پڑھائیں اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیات ۹۶ تا ۹۸ کی تلاوت کی اور ان کا ترجمہ پیش فرمایا۔

حضور نے فرمایا کہ ان آیات کریمہ میں جو بات خصوصیت سے قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرو جو مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ حضور نے فرمایا کہ شرک ایک ایسی بات ہے کہ کسی کو اس گھر کے ساتھ شرک وابستہ کرنے کی اجازت نہیں ورنہ تمام بنی نوع انسان کا برابر حق ہے کہ وہ یہاں آئیں اور اللہ کا ان پر حق ہے کہ وہ اس گھر کے گرد گھومیں اور ابراہیم کے مناسک ادا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کمال ہے کہ بکۃ کا لفظ استعمال فرمایا۔ مکہ کو بکہ کب کہا جاتا تھا اس کی بہت پرانی تاریخ ہے۔ ان آیات میں ذکر ہے کہ اس میں بہت سے کھلے کھلے نشانات ہیں اور مَقَام اِبْرَاهِيم ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مُقَام اور مَقَام میں فرق ہے۔ مَقَام کسی ظاہری جگہ کو نہیں کہتے بلکہ مرتبہ کو کہتے ہیں۔ تو حضرت ابراہیمؑ کے جو نشانات وہاں ہیں وہ آپ کے مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لئے پھیلے پڑے ہیں نہ کہ کوئی ایسی معین جگہ ہے کہ جہاں حضرت ابراہیمؑ نے مصلّی بنایا اور وہاں اس کا مقام ہے۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم مَقَام اِبْرَاهِيم کہتا ہے لیکن لوگ غلطی سے اس کا ترجمہ مُقَام کر لیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس مضمون کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے میں نے مختلف آیات چنی ہیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے پہلے سورۃ البقرہ کی آیات ۱۲۸ تا ۱۳۰ پیش کرتے ہوئے ساتھ ساتھ قابل وضاحت امور کی ضروری تفصیل بیان فرمائی۔ ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی ان دعاؤں کا ذکر ہے جو آپ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت کر رہے تھے۔ انہی میں وہ دعا ہے جو آنحضرت ﷺ کی ولادت اور بعثت کے متعلق ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دعا بہت

گہری حکمت اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ آیت جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے طور پر تین جگہ قرآن کریم میں آئی ہے اور تینوں جگہ ترتیب یہی ہے۔ مگر قرآن کریم میں سورۃ الجمعہ میں جہاں اس دعا کی قبولیت کا ذکر ہے وہاں اس کی ترتیب بدل دی ہے۔ چنانچہ سورۃ الجمعہ کی آیات ۲ تا ۵ کی تلاوت کرتے ہوئے حضور نے اس ترتیب کی تبدیلی میں حکمت کو تفصیل سے واضح فرمایا اور بتایا کہ جس کا تزکیہ ہو وہی علم و حکمت سیکھا کرتا ہے۔ اس لئے تعلیم کتاب و حکمت سے پہلے تلاوت آیات کے نتیجہ میں تزکیہ کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ کے الفاظ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ ابراہیم کی آیات ۳۶،۳۷ کی تلاوت اور ترجمہ پیش فرمایا۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس بلد کو امن کی جگہ بنانے کی دعا مانگی ہے۔ ایک دوسری آیت میں یہ دعا ہے کہ اس جگہ کو امن والا شہر بنادے۔ وہ اُس وقت کی دعا ہے جب ابھی وہ ایک چٹیل جگہ تھی اور شہر نہیں بنا تھا اور اِس جگہ اس موقعہ کی دعا کا ذکر ہے جب وہاں شہر آباد ہو چکا تھا۔ بعد ازاں حضور انور نے سورۃ الصافات آیات ۱۰۱ تا ۱۱۲ کا ذکر فرمایا جن میں حضرت ابراہیمؑ کے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہونے والے واقعہ کا ذکر ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی کسی ایک صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم نے ایک مینڈھے کو ذبح کیا مگر دوسری روایات میں یہ موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ذبح عظیم سے واضح یہ مراد یہ سمجھتے تھے کہ آپؐ کے زمانے میں جب کثرت سے مسلمانوں کا ذبح عظیم ہوگا۔ ابراہیم کی نسل کا، محمد رسول اللہ کے متبعین کا ذبح عظیم ہونا ہے۔ یہ عظیم ذبح ہے جس کے بدلے اسماعیل کو زندہ کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ نے سنن ابن ماجہ میں مذکور ایک روایت کے حوالہ سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک نہایت خستہ حال سواری پر اور ایسی چادر میں حج کیا جس کی مالیت چار درھم کے برابر یا اس سے بھی کم تھی اور یہ دعا کی کہ اے میرے رب اس حج میں کوئی ریاکاری اور شہرت طلبی مقصود نہیں۔

اس کے بعد حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات و فرمودات پڑھکر سنائے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام و مرتبہ اور آپ کی عظیم الشان قربانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ الہاماً آپ کو بھی ابراہیم کہا گیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا تو ابراہیمی شان بھی آپ کی ذات کے اندر پوری کر کے دکھائی۔ آخر پر حضور ایدہ اللہ نے حضرت محی الدین ابن عربی کے ایک کشف کا ذکر بھی فرمایا جس سے خانہ کعبہ کے بہت قدیم زمانہ سے موجود ہونے کا استدلال ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کو البیت العتیق کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بہت پرانا گھر ہے۔ یہ گھر جس طرح ابتداء میں بنی نوع انسان کو اکٹھا کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اسی طرح اس کی غرض یہ ہے کہ روحانی لحاظ سے بھی تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا جائے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ہوگا۔

بعد ازاں حضور ایدہ اللہ نے سب جماعتوں کو عید مبارک کا پیغام دیا اور فرمایا کہ عید مبارک کے (باقی صفحہ پر)

"وہ جلد جلد بڑھے گا"

(پیشگوئی مصلح موعود)

(عبدالسمیع خان)

پیشگوئی مصلح موعود میں غیر معمولی صفات کے حامل فرزند کی پچاس سے زائد علامات اور امتیازی خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ "وہ جلد جلد بڑھے گا"۔

اس کثیر المعانی جملہ کا ایک واضح اور متبادر الذہن مفہوم یہ ہے کہ اس کی ترقی کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز ہوگی اور اس کی عمر کے ہر حصے سے مطابقت رکھنے والے دوسرے لوگ جن روحانی منازل پر ہوں گے وہ پسر موعود ان سے ہر لحاظ سے اور ہر میدان میں معجزانہ طور پر آگے ہوگا۔ جن مقامات کو عام انسان مدتوں کی ریاضتوں کے بعد حاصل کرتے ہیں انہیں وہ موعود بڑی جلدی جلدی حاصل کرے گا جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر وہ سب سے نمایاں، سب سے قد آور اور سب سے بلند تر نظر آئے گا۔

یہ علامت بھی سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، مصلح موعودؓ میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ظاہری وسائل کے لحاظ سے آپ اپنے آغاز سے ہی دوسرے ہم عمروں اور ہم عصروں کے مقابل پر سب سے زیادہ تہی دامن تھے اور تمام روکیں موجود تھیں جو کسی بھی شخص کے بڑا بننے میں رکاوٹ بن سکتی ہیں مگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت آپ کے شامل حال تھی۔ آپ کے عظیم والد کی پرسوز اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں آپ کے ساتھ تھیں۔ ان کی تریاقی صحبت آپ کو میسر تھی۔ انہی روحانی ہتھیاروں نے آپ کی راہ میں حائل ہونے والے ہر سنگ گراں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خدا کے قول کو سچا کر دکھایا اور اس نشان کو لافانی عظمت عطا کی۔

آپ کی ۷۷ سالہ زندگی میں ہر رہگزر پر، ہر موڑ پر، ہر سنگ میل پر بلکہ ہر قدم پر اس ربانی کلام کے نظارے جلوے دکھاتے ہیں جن کا تذکرہ بہت طویل اور ضخیم کتابوں کا متقاضی ہے۔ مگر اس مضمون میں خصوصاً آپ کے دور خلافت سے پہلے کی زندگی زیر بحث ہوگی جو بعد کی رفیع الشان فتوحات کی تمہید اور پیش خیمہ تھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ اتفاقاً آپ کی جو کھلائی مقرر کی گئی وہ شدید امراض میں مبتلا تھی اور اس کے سات آٹھ بچے سل اور دق سے مر چکے تھے۔ اس عورت نے آپ کے والدین سے اجازت لئے بغیر آپ کو دودھ پلا دیا اور اس طرح سل اور دق اور خنازیر کے جراثیم آپ کے اندر چلے گئے۔ اس کے نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:

"جب وہ (یعنی حضرت صاحبزادہ صاحب) دو سال کا ہوا تو پہلے اسے کھانسی ہوئی اور پھر وہ شدید خنازیر میں مبتلا ہو گیا اور کئی سال تک مدقوق و مسلول رہا۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ایک بہت بڑا نشان ظاہر کرنا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو بچا لیا۔ لیکن خنازیر کا مرض برابر اسے رہا۔ بلکہ بعض دفعہ خنازیر کی گلٹیاں پھول کر گیند کے برابر ہو جاتیں اور مسلسل بارہ تیرہ سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ ڈاکٹر اور طبیب مختلف ادویہ کی اسے مالش کراتے اور کھانے کے لئے بھی کئی قسم کی دوائیں دیتے۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اس بیماری نے دوسری شکل اختیار کر لی اور اسے سات آٹھ مہینے متواتر بخار آتا رہا۔ اطباء کہتے تھے کہ اس کا بچنا مخدوش ہے اور اب شاید ہی یہ جانبر ہو سکے.......... اس وجہ سے وہ مدرسے میں بھی پڑھ نہیں سکتا تھا۔ جب وہ مدرسے جاتا تو چونکہ اس کی آنکھوں میں ککرے تھے اس لئے وہ بورڈ کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا"۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹/فروری ۱۹۵۶ء)

اس پس منظر میں اب آپ اس بچے کا جلدی جلدی بڑھنا مشاہدہ کریں تو خدا تعالیٰ کی حیرت انگیز قدرتوں کا ایک جہان سامنے آجاتا ہے۔

تعلق باللہ

مذہب کی بنیاد ہستی باری تعالیٰ کا عقیدہ اور مذہب کا مقصود اس ذات کو پا لینا ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جو مذہبی کہلاتے ہوئے بھی خدا پر ایمان تو رکھتے ہیں، یقین نہیں رکھتے اور سماعی ایمان میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو ۱۱ سال کی عمر میں اپنے رب کا عرفان اور اس پر کامل یقین نصیب ہو گیا تھا۔ فرماتے ہیں:

"جب میں گیارہ سال کا ہوا اور ۱۹۰۰ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں؟ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔ جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان، علمی ایمان میں تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا.......... مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی

یہی کہتا ہوں خدایا تیری ذات کے متعلق مجھ کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زائد تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو"۔ (ہفت روزہ الحکم قادیان ۲۸/دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۹)

نماز پر دوام

نماز وصول الی اللہ کی راہ اور روحانیت کا معیار ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ نے اس منزل کو پالیا اور خدا سے کبھی نماز نہ چھوڑنے کا عہد کیا اور آخری لحہ تک اس پر کاربند رہے۔ فرماتے ہیں:

"۱۹۰۰ء میرے قلب کو دینی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا۔ اس وقت گیارہ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبہ لایا تھا۔ میں نے آپ سے یہ جبہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے تھے .... جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ پہن لیا تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کر دی اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا! اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے ابھی باقی تھے۔ میرا وہ عزم میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم میں کیوں رویا۔ فلسفی کہے گا اعصابی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ مذہبی کہے گا تقویٰ کا جذبہ تھا مگر میں جس سے یہ واقعہ گزرا کہتا ہوں مجھے معلوم نہیں میں کیوں رویا؟ ہاں یہ یاد ہے کہ اس وقت میں اس امر کا اقرار کرتا تھا کہ پھر کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا اور وہ رونا کیسا بابرکت ہوا اور وہ افسردگی کیسی راحت بن گئی۔ جب اس کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ آنسو ہسٹیریا کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے۔ پھر کیا تھے؟ میرا خیال ہے وہ شمس روحانی کی گرم کر دینے والی کرنوں کا گرایا ہوا پسینہ تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ تھے۔ اگر یہ نہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے؟"۔

(ہفت روزہ الحکم ۲۸/دسمبر ۱۹۳۹ء، صفحہ ۹)

دعاؤں میں انہماک

آپ کے متعلق حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے تھے:

"نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے"۔ (روزنامہ الفضل ۲۰/جنوری ۱۹۲۸ء)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ جو بچپن میں آپ کے استاد تھے فرماتے ہیں:

"ایک دن کچھ بارش ہو رہی تھی مگر زیادہ نہ تھی۔ بندہ وقت مقررہ پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیڑھیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے دروازہ کھولا۔ بندہ اندر آکر برآمدہ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ آپ کمرہ میں تشریف لے گئے۔ میں نے سمجھا کہ کتاب لے کر باہر برآمدہ میں تشریف لائیں گے مگر جب آپ کے باہر تشریف لانے میں کچھ دیر ہو گئی تو میں نے اندر کی طرف دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ فرش پر سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ آج بارش کی وجہ سے شاید آپ سمجھتے تھے کہ میں حاضر نہیں ہونگا۔ اور جب میں آ گیا ہوں تو آپ کے دل میں خاکسار کے لئے دعا کی تحریک ہوئی ہے اور آپ بندہ کے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ آپ بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے اور دعا فرماتے رہے"۔ (روزنامہ الفضل ۵/نومبر ۱۹۳۸ء)

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ کا بیان ہے:-

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یاالٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ "میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا"۔ (روزنامہ الفضل ۱۲/فروری ۱۹۶۸ء)

۱۹۱۲ء میں آپ نے حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ حدیث نبوی میں ہے کہ خانہ کعبہ کو پہلی دفعہ دیکھ کر جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے یہ دعا کی:

"یا اللہ! اس خانہ کعبہ کو دیکھنے کا مجھے روز روز کہاں موقعہ ملے گا۔ آج عمر بھر میں قسمت کے ساتھ موقع ملا ہے۔ پس میری تو یہی دعا ہے کہ تیرا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ اس کو پہلی دفعہ حج کے موقعہ پر دیکھ کر جو شخص دعا کرے گا وہ قبول ہوگی۔ میری دعا تجھ سے یہی ہے کہ ساری عمر میری دعائیں قبول ہوتی رہیں"۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

فرشتوں سے تعلق

پندرہ برس کی عمر میں ۱۹۰۵ء میں آپ کو پہلا الہام ہوا جو عربی زبان میں تھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: "وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔

اس کے علاوہ کثرت کے ساتھ آپ کو رؤیائے صالحہ دکھائی جاتی تھیں جو اپنے مضمون اور بشارات میں بہت اعلیٰ پائے کی ہیں۔ بچپن میں آپ کے استاد حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ نے ایک دفعہ آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کوئی الہام ہوتا ہے یا خوابیں آتی ہیں؟ تو فرمایا:

"خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو قریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جاکر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اس کے ذریعے پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں"۔

پندرہ سال کی عمر میں آپ کو دی جانے والی خبریں کیسی عظیم الشان اور سچائی سے معمور تھیں۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کو ایک فرشتہ نے رؤیا میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ فرماتے ہیں:

"یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا خزانہ رکھ دیا"۔

(الموعود صفحہ ۸۵)

علم قرآن

جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے پہلی پبلک تقریر فرمائی۔ یہ پر معارف تقریر جو آپ نے صرف سترہ برس کی عمر میں فرمائی تھی ردِ شرک میں تھی۔ اور "چشمۂ توحید" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ تقریر کیا ہے نکات اور حقائق قرآنی کا ایک خزانہ ہے۔ پہلے حصہ میں آپ نے عیسائیت کے زوال اور دین کی ترقی کی خبر دی۔ تقریر کے دوسرے حصہ میں آپ نے سورۃ لقمان کے رکوع ثانی کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ اس پہلی تقریر کے وقت آپ کی کیفیت قابل شنید ہے:۔

"اب میں خود اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں"۔

اس دور کی ایک دوسری یادگار تقریر وہ ہے جو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ پر کی۔ اس تقریر کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعودؑ کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی یاد تازہ ہو گئی اور جب تقریر ختم ہو چکی تو حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا کہ "میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لئے بھی نئی تھی"۔

(روزنامہ الفضل ۵/نومبر ۱۹۳۸ء)

یہ واقعہ آپ کے علم قرآن کے علاوہ آپ کی زبردست قوت بیانیہ اور فن تقریر میں درک پر بھی گہری روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کو خدا نے سلطان البیان بنایا تھا۔

فروری ۱۹۱۰ء سے آپ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا۔ ۱۹۱۳ء میں آپ دن میں دو دفعہ یعنی فجر اور ظہر کی نمازوں کے بعد درس دینے لگے۔ مکرم محمد ایوب صاحب کو چند روز اس درس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس قلیل عرصہ میں مجھ پر حضور کے عشق قرآن کریم، طہارت و تقویٰ، تعلق باللہ، اجابت دعا اور مطہر زندگی کا گہرا اثر ہوا جو کہ باوجود مرور زمانہ کے دل سے ہرگز دور نہیں ہوا"۔

(الفضل ۳/دسمبر ۱۹۳۸ء)

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان

آپ فرماتے ہیں:

"جب سے ہوش سنبھالا حضرت مسیح موعودؑ پر کامل یقین اور ایمان تھا"۔

(روزنامہ الفضل ۷/مارچ ۱۹۳۰ء)

"۱۸۹۸ء میں مَیں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ میں بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا مگر یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا کرنے کی علامت تھی"۔ (ہفت روزہ الحکم قادیان ۲۸/دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۹)

مگر یہ بیعت اور ایمان بھی محض سماعی نہ تھا بلکہ پورے یقین اور وثوق کے ساتھ تھا۔ فرماتے ہیں:

"میں علمی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحققیات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا۔ مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا"۔ (۶/جون ۱۹۲۲ء)

اس کی تفصیل آپ یوں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہو گا۔ انسان انسانوں پر نگاہ رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا۔ اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب......... اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دئے

اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہو گا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس (۱۹) سال کا تھا مگر میں نے اس جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ :اے خدا میں تجھ کو حاضر وناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔

انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں۔ سستی کی بھی، چستی کی بھی، علم کی بھی، جہالت کی بھی، اطاعت کی بھی، غفلت کی بھی۔ مگر آج تک میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چستی کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا، یقیناً وہ اسے جنون اور پاگل پن سمجھتی۔ مگر میں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا تھا کہ میں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے"۔

(روزنامہ الفضل ۲۱/جون ۱۹۴۴ء)

دعوت الی اللہ کا شوق

آپ فرماتے ہیں:

"میں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا اور اس تبلیغ سے ایسا انس رہا کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہاتھ سے ہو .... پھر اتنا ہو، اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں .... چونکہ مجھے تبلیغ کے لئے خاص دلچسپی رہی ہے، اس دلچسپی کے ساتھ عجیب عجیب ولولے اور جوش پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس عشق نے عجیب عجیب ترکیبیں میرے دماغ میں پیدا کی ہیں۔ ...... ایک بار خیال آیا کہ جس طرح پر اشتہاری تاجر اخبارات میں اپنا اشتہار دیتے ہیں میں بھی اخبارات میں ایک اشتہار تبلیغ سلسلہ کا دوں اور اس کی اجرت دے دوں تاکہ ایک خاص عرصہ تک وہ اشتہار چھپتا رہے۔ مثلاً یہی اشتہار کے مسیح موعود آگیا۔ بڑی موٹی قلم سے اس عنوان سے ایک اشتہار چھپتا رہے۔ غرض میں اس جوش اور عشق کا نقشہ ان الفاظ میں نہیں کھینچ سکتا جو اس مقصد کے لئے مجھے دیا گیا ہے"۔

(منصب خلافت صفحہ ۱۲، ۲۲)

انجمن ہمدردانِ دین

۱۸۹۷ء میں جبکہ آپ کی عمر آٹھ نو سال کی تھی، قادیان کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن ہمدردان اسلام قائم ہوئی جس کے سرپرست حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ بھیروی تھے۔ اور اس کے سات ممبران میں سے ایک سرگرم ممبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمودؓ احمد تھے۔ یہ انجمن دراصل آپ کی ہی تحریک، خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ فرماتے ہیں:

"ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت نورالدینؓ شریک تھے۔ ہمارے آقائے نامدار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نور نظر، لخت جگر نے ...... تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی علم و معرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت مولانا نورالدینؓ کھڑے ہوئے اور آپ نے ...... آپ کی تقریر کی بیحد تعریف کی۔ قوت بیان اور روانی کی داد دی، نکات قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے مرحبا، جزاک اللہ کہتے ہوئے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آکر رخصت فرمایا"۔

۱۸۹۹ء میں آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔

انجمن تشحیذ الاذہان

۱۹۰۰ء میں آپ نے ایک نئی انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے تشحیذ الاذہان رکھا۔ اس مجلس کی غرض وغایت یہ تھی کہ نوجوانان احمدیت کو دعوت الی اللہ کے لئے تیار کرے۔ انجمن کے تحت ایک مجلس ارشاد بھی قائم کی گئی جس کا مقصود داعیان الی اللہ کی فوج میں بھرتی ہونے والے نوجوانوں کو علمی ہتھیار چلانے میں مشاق بنانا تھا۔ یعنی تحریر و تقریر میں کمال حاصل کرنا۔

۱۹۰۵ء میں ایک واقعہ نے اس جذبہ دعوت الی اللہ پر جلتی پر تیل کا کام دیا۔

ایک تغیر عظیم

۱۹۰۰ء کی طرح آپ کی زندگی میں ۱۹۰۵ء کو بھی ایک خاص مقام حاصل ہے جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی وفات نے آپ کے اندر ایک عظیم تغیر پیدا کیا۔ یہ اکتوبر ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ فرماتے ہیں:

"جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہو گیا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے گزر گئی ...... مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دور کو شروع کیا۔ اسی دن سے میری طبیعت میں دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی اور وہ بیج بڑھتا ہی گیا۔ سچ یہی ہے کہ کوئی دنیاوی سبب حضرت استاذی المکرم مولوی نورالدین صاحبؓ کی زندگی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی **وفات سے زیادہ میری زندگی میں تغیر پیدا کرنے کا** موجب نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی **وفات پر مجھے یوں معلوم ہوا گویا ان کی روح مجھ پر** آن پڑی"۔

(ہفت روزہ الحکم قادیان ۲۸/دسمبر ۱۹۳۹ء)

حضرت مولوی صاحبؓ تقریر و تحریر دونوں کے دھنی تھے اور واقعۃً یہ دونوں صفات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے رگ و پے میں رچ بس گئیں اور خوب خوب جلوہ گری کی۔

رسالہ تشحیذالاذہان

مارچ ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان نکلنا شروع ہوا جس نے صحافت احمدیت میں ایک جدید طرز کی بنیاد رکھی۔ اس نے دین کا درد رکھنے والے نوجوانوں میں خدمتِ دین اور اشاعتِ حق کی ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ نے اس رسالہ میں ابتداء ہی سے بعض مستقل عنوان قائم کردئے۔ یہ رسالہ دراصل انجمن تشحیذ الاذہان کا آرگن تھا۔ اور یہ نام حضرت مسیح موعودؑ نے رکھا تھا۔

تشحیذ کے پہلے شمارہ میں آپ نے ۱۴ صفحات کا ایک انٹروڈکشن لکھا جسے پڑھ کر مولانا نورالدینؓ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مبارکباد دی۔ نیز خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اسے پڑھنے کی ہدایت کی۔ مولوی محمد علی صاحب نے ریویو آف ریلیجنز اردو میں اس پر ریویو کیا اور مضمون کا آخری حصہ درج کرکے لکھا:

"اس وقت صاحبزادہ صاحب کی عمر ۱۸ سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادیٔ خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے ایک خارق عادت بات ہے"۔ (تاریخ احمدیت جلدنمبر ۵ صفحہ ۷۳)

انجمن تشحیذ الاذہان اور اس کا رسالہ ایک ایسا چھوٹا سا کارخانہ تھا جس میں اعلیٰ پائے کے مضمون نگار تیار ہونے تھے۔ اور سلسلہ کی آئندہ علمی ضروریات کے لئے قلمکاروں کی ایک کھیپ اس جرنیل صفت وجود نے تیار کردی جنہوں نے آپ کے شانہ بشانہ اور قدم قدم چل کر علمی دنیا میں تہلکہ مچادیا۔ اس میں چھپنے والے بعض مضامین اتنے بلندپایہ تھے کہ غیراز جماعت اخبارات نے بھی ان کو سراہا اور اپنے صفحات کی زینت بنایا۔ چنانچہ اخبار "وکیل" امرتسر نے حضور کا مضمون "کیا تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے" پورے کا پورا اپنے ایک پرچہ میں نقل کیا۔ تشحیذ میں آپ نے اسلام پر اعتراض کرنے والے کئی لوگوں کو دندان شکن جواب دیا۔

آپ ہی کی تحریک پر انجمن تشحیذ الاذہان نے قادیان میں پہلی لائبریری قائم کی جو بڑی عمدگی، سنجیدگی اور منصوبہ بندی کے ساتھ سلسلہ کی ضروریات پوری کرتی رہی۔

(سوانح فضل عمر صفحہ ۲۳۷)

انجمن انصاراللہ

۱۹۱۱ء کے اوائل میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین صاحبؓ کی اجازت سے تبلیغ و دعوت الی اللہ کی غرض سے ایک انجمن انصاراللہ قائم فرمائی جس کے ممبران کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ خدمت دین کے لئے اپنے وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ لازماً دیں اور لوگوں کے لئے پاک نمونہ بنیں۔ اس انجمن کی بنا آپ نے ایک رؤیا کی وجہ سے رکھی تھی جس میں جماعت کے بہت سے احباب شامل ہوئے۔ اس انجمن نے جماعت میں داعیان الی اللہ کی ایک جمعیت تیار کردی جس نے آئندہ چل کر جماعت احمدیہ کی ترقی اور اشاعت میں بھاری حصہ لیا۔ ۱۹۱۳ء میں جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو لندن میں بطور مبلغ سلسلہ بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا تو رقم کی نایابی کی وجہ سے معاملہ ملتوی ہوتا نظر آیا تب اس انجمن کا صدر محمود آگے بڑھا اور اس انجمن نے رقم جمع کرکے حضرت چوہدری صاحب کو لندن بھجوایا۔

جنوری ۱۹۱۴ء میں آپ نے حضور کی اجازت سے پرسوز دعاؤں کے ساتھ ہندوستان بھر میں تبلیغ دین کے لئے ایک سکیم تیار کی جس کے بعض حصے یہ تھے:۔

(۱)...... ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں خاص طور پر جلسے کئے جائیں۔
(۲)...... مختلف مقامات میں واعظ مقرر کئے جائیں۔
(۳)...... ہر زبان میں ٹریکٹ شائع ہوں۔
(۴)...... مناسب مقامات پر سکول کھولے جائیں۔

قوتِ تحریر

تشحیذ الاذہان میں چھپنے والے آپ کے بلند پایہ مضامین اور ان کے متعلق اپنوں اور غیروں کے تاثرات کا ذکر گزر چکا ہے۔ آپ کو تو خدا نے سلطان القلم کا مثیل بنانا تھا۔ چنانچہ آپ کی پہلی تصنیف "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی جبکہ آپ کی عمر صرف ۱۹ سال کی تھی اور اس میں آپ نے ان مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے مفصل اور مدلل جواب دئے جو انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات سے متعلق کئے تھے۔

جون ۱۹۱۳ء میں آپ نے قادیان سے ایک نیا اخبار "الفضل" جاری کیا جو سلسلہ کی ایک لمبی تاریخ کا رازدان ہے۔

شعروسخن

۱۹۰۳ء میں آپ نے شعروسخن کی دنیا میں قدم رکھا۔ ابتداءً آپ شاد تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا عارفانہ کلام پہلی مرتبہ مئی ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ اپنی شاعری کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

"میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے۔...... اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ

میں حل کیا گیا ہے"۔

(روزنامہ الفضل ۲۵/اکتوبر ۱۹۵۹ء)

سلسلہ کے انتظامی امور میں شرکت

جنوری ۱۹۰۶ء میں جب نظام وصیت کا نظم و نسق چلانے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو بھی مجلس معتمدین کے ارکان میں بطور ممبر نامزد فرمایا۔ اس حیثیت سے ابتدائی دور میں آپ کا ایک تاریخ ساز کارنامہ مدرسہ احمدیہ کو کلی تباہی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جب انجمن کے بعض سرکردہ ممبروں (جو بعد میں لاہوری جماعت میں شامل ہوگئے) کی خوشنما تقریروں کے نتیجہ میں جماعت مدرسہ احمدیہ کو بند کرنے پر آمادہ نظر آ رہی تھی۔ اس وقت حضور کی ایک بے پناہ جذباتی مگر مدلل تقریر نے جماعت کے دل پھیر دئے اور یہی مدرسہ احمدیہ ہے جو جماعت کی علمی اور تربیتی درسگاہ ہے اور آج جامعہ احمدیہ کے نام سے مصروف عمل ہے۔

۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے مدرسہ احمدیہ کی نگرانی آپ کو سونپ دی۔ اور آپ نے بڑے انہماک اور محنت اور حکمت اور دعاؤں کے ساتھ اس کا معیار بہت بلند کیا۔

۲۴/جولائی ۱۹۱۰ء کو حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے سفر ملتان کے دوران آپ کو پہلی دفعہ امیر مقامی مقرر فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہد خلافت کے آخری ایام میں آپ نے نظام قدرت ثانیہ کے قیام اور استحکام کے لئے زبردست جدوجہد فرمائی جو اپنی ذات میں ایک تفصیلی مضمون ہے۔ حضور کے ارشاد پر نمازوں وغیرہ کی امامت وغیرہ کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳/مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زندگی کا آخری جمعہ پڑھایا اور اگلے دن ۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲۵ سال کی عمر میں منصب خلافت پر فائز کر دیا۔ یہ اس جماعت کی امامت تھی جس نے دور آخر میں اوّلین کی یاد تازہ کرنی ہے۔ جس نے ایمان کو ثریا سے زمین پر لانا ہے جس نے خدا کی توحید دنیا میں قائم کرنی ہے۔ آپ جب خلیفہ بنے تو آپ سے بہت بڑی عمر کے لوگ موجود تھے جو بظاہر زیادہ عالم اور منتظم تھے مگر خدا کی نظر انتخاب نے آپ کو چن لیا اور پورے باون سال تک آپ کے جلد جلد بڑھنے کا دنیا نے ایک حیرت انگیز مشاہدہ کیا۔

یہاں آپ کے متعلق یہ خدائی بشارت پورا ہونے کے ضمن میں دو شہادتیں درج کرنی مقصود ہیں۔ یہ ان لوگوں کی گواہیاں ہیں جو بچپن سے آپ کو دیکھتے چلے آ رہے تھے۔

دو شہادتیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاول حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیرویؓ کی بیماری کے ایام میں مولانا محمد احسن صاحب امروہی بھی خطبات پڑھتے رہے۔ آپ نے ایک خطبہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کو جو پورے ہو چکے تھے پیش کرنے کے بعد فرمایا:

"پس جبکہ صدہا یہ الہام زور شور سے پورے ہوئے تو جو الہام ذریّت طیبہ کے لئے ہیں کیا وہ پورے نہ ہونگے۔ ضرور پورے ہونگے۔ کَلَّا وَ حَاشَا اَیُّھَا الْاَحْبَاب ان الہامات پر بھی کامل ایمان ہونا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ نُؤمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ کی وعید میں کوئی آجائے۔ نعوذ باللہ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آثار ان الہامات کے پورے ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے ہماری کل جماعت کے وہ (یعنی سیدنا محمودؓ) امام ہیں۔ اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی غیر معمولی ترقی کی ہے جیسے کہ الہام میں تھی اور میں نے تو ارہاص کے طور پر سب ارشاد مشاہدہ کئے ہیں۔ اس لئے میں مان چکا ہوں کہ یہی وہ فرزند ارجمند ہیں جن کا نام محمود احمد سبز اشتہار میں موجود ہے"۔ (حیات نورالدین صفحہ ۴۹۲)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ فرماتے ہیں:

"حضور کا سارا بڑھنا اور پھولنا اور بابرگ و بار ہونا میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔ آپ ایک نازک پتیوں والے چھوٹے پودے کی طرح تھے جبکہ میں نے پہلی دفعہ حضور کو دیکھا اور یہ پودا میرے دیکھتے دیکھتے جلد جلد بڑھا اور پھول پھل لایا اور وہ حیرت انگیز ترقی کی جس کو دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتیں اور عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی قابل انشاپرداز ہوتا تو وہ شاید اس حیرت انگیز ترقی کا نقشہ کھینچنے کی کچھ کوشش کرتا لیکن میں تو اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ اس بات کی شہادت دوں کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں آپ کی نسبت پہلے سے خبر دی گئی تھی اس کو میں نے اپنی آنکھوں سے لفظ بلفظ پورا ہوتے دیکھ لیا"۔

(روزنامہ الفضل ۵/نومبر ۱۹۳۸ء)

☆......☆......☆......☆

دورِ خلافت کی ترقیات

۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ کی خلافت کا سلسلہ جاری ہوا جو ۸/نومبر ۱۹۶۵ء تک روشنی بکھیرتا رہا۔ یہ عرصہ اسلام اور احمدیت کے لئے عہد آفریں دور ہے جس کی داستان لکھنے کے لئے ضخیم کتب کا دامن بھی کافی نہ ہوگا۔ اس کا اندازہ چند نمایاں عناوین سے ہو سکتا ہے۔ جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان میں آپ کی تحریکات اور فتوحات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔

☆......۱۰۰ کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات جاری ہوئیں۔

☆......ممالک بیرون میں ۳۱۱ مساجد تعمیر ہوئیں۔

☆......۴۶ ممالک میں احمدیہ مشنوں کا قیام ہوا۔

☆......۱۶۴۔ واقفین زندگی نے ہندوستان سے باہر تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔

☆......۱۶۔ زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت ہوئی۔

☆...... ۲۴ ممالک میں ۴۷ تعلیمی مراکز کا قیام ہوا۔

☆...... ۲۸ دینی مدرسوں اور ۷ اہسپتالوں کا اجرا ہوا۔

☆...... ۴۰ کے لگ بھگ اخبارات اور رسائل جاری ہوئے۔

☆...... حضور نے ۲۲۵ کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔

☆...... دس ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی حضور کی قرآنی تفسیر منظرِ عام پر آئی۔

بے پناہ مشکلات اور مصائب کے باوجود یہ تمام کارہائے نمایاں اس ایک خدائی جملے میں سمٹ آتے ہیں کہ "وہ جلد جلد بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا"۔

لاریب خدائے ذوالجلال کا لفظ لفظ سچا نکلا اور خدا کی قدرت کے اٹل ثبوت دنیا کو مہیا کر گیا۔

☆......☆......☆......☆

ایک عظیم الشان رؤیا اور اس کی تعبیر

اس حقیقت کو خدا تعالیٰ نے اس رؤیا میں بھی نمایاں کر کے دکھایا جو خدا تعالیٰ نے آپ کو ۱۹۴۴ء میں دکھائی اور جس کی بنا پر آپ نے پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"جس طرح خدا نے مجھے رؤیا دکھایا تھا کہ میں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جارہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جارہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں جلد جلد بڑھوں گا۔ پس میرے لئے بھی مقدر ہے کہ میں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں۔

اس کے ساتھ ہی آپؓ جماعت کو اہم ذمہ داریوں کی طرف یوں بلاتے ہیں:

"آپ لوگوں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کردیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم ملاتا ہے اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لے کر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے۔ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بقدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ"۔ (الموعود)

ہماری ذمہ داری

یہی ارشاد ہمارے موجود امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہے۔ آپ نے پیشگوئی مصلح موعود پر سو سال پورے ہونے کے مبارک موقع پر ۲۳؍ فروری ۱۹۸۶ء کو لندن میں جلسہ مصلح موعود سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" اس دنیا کی اصلاح کے لئے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعودؓ کی صفات سے آراستہ ہوں، جو ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کو خدا تعالیٰ نے یہ مضمون ایک رؤیا کے ذریعے سمجھایا۔ جب آپ کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا دکھایا گیا تو اکیلے دوڑتا ہوا نہیں دکھایا گیا بلکہ بتایا گیا کہ ایک جماعت تیرے پیچھے اسی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی ہے مگر وہ جماعت پیچھے رہتی چلی جارہی ہے اور فاصلے دونوں کے درمیان بڑھتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ مصلح موعود ایسی تیز رفتاری کے ساتھ اس موعود مقام تک پہنچتے ہیں کہ وہ ساتھی جو پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے وہ بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اس پیشگوئی میں جہاں مصلح موعود کے لئے ایک خوشخبری بھی تھی وہاں ایک انذار کا پہلو بھی ہے اور جہاں انذار کا پہلو ہے وہاں توجہ اور امید کا پہلو بھی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جماعتی دوڑ تو ہمیشہ جاری رہے گی تم مصلح موعود کے تصور کے پیچھے ہمیشہ دوڑتے رہو اور اپنی رفتار کو تیز تر کرو اور یہ فیصلہ کرو اور خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہاری رفتار کو اتنا تیز کردے کہ تم بھی اس مقام کو پالو جس کی طرف مصلح موعود آگے بڑھ گئے ہیں"۔

(ماہنامہ "خالد" ربوہ فروری ۱۹۸۶ء، صفحہ ۱۳،۱۲)

کام مشکل ہے، بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

نمازوں میں سُستی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"حقیقت یہ ہے کہ نمازوں میں سستی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا وصال ہاتھ سے جاتا ہے اور اس کی صفات کا علم انسان کو حاصل نہیں ہوتا۔ پس اس کے نتیجہ میں ضلال پیدا ہوتا ہے۔ دعا کی کمی کی وجہ سے ناکامی آتی ہے۔ اتباع شہوات سے علم اور دلیل سے رغبت کم ہو کر جہالت میں انہماک پیدا ہوتا ہے اور ان سب چیزوں کے جمع ہونے کی وجہ سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر حصہ پنجم صفحہ ۳۱۸)

بہترین قائد حضرت مصلح موعود کے الفاظ میں

(مکرم حافظ مبشر احمد جاوید صاحب۔ ربوہ)

''سائق کے مقابلہ میں قائد کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔
قائد کا لفظ ایک طرف افسر کی بہادری اور دوسری طرف فوجوں کی بشاشت پر دلالت کرتا ہے۔ تیسرے اچھا نمونہ دکھا کر دوسروں کو تحریص دلانے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔
درحقیقت عمدہ لیڈر وہی ہوتا ہے جس میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں یعنی وہ اپنے نمونہ کے ساتھ فوج کو رغبت دلائے اور انہیں بتائے کہ میں بھی قربانی کرتا ہوں تم بھی ہر قسم کی قربانی سے کام لو۔ پھر خود اس کے اندر ایسی بشاشت پائی جائے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنے میں ایک لذت محسوس کرے کیونکہ قائد وہی ہوتا ہے جو اپنے ساتھیوں سے آگے دوڑ رہا ہوتا ہے۔ سپاہی اس کے پیچھے پیچھے ہوتے ہیں اور وہ دشمن سے مقابلہ کے لئے آگے آگے جا رہا ہوتا ہے۔
اسی طرح کامیاب جرنیل وہ ہوتا ہے جس کے سپاہیوں میں بھی بشاشت پائی جائے۔ چنانچہ قائد کے لفظ میں اس طرف بھی اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے اپنے پیچھے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے ماتحت اپنے فرائض کا ایسا احساس رکھتے ہیں کہ وہ خود بخود میرے پیچھے چلے آئیں گے۔
غرض سائق اور قائد دو متقابل الفاظ ہیں۔ سائق پیچھے پیچھے چلتا ہے اور قائد فوج کے آگے آگے چلتا ہے اور اپنے نمونہ سے سپاہیوں کی ہمت بڑھاتا ہے اور ان کے اندر ایک نیا ولولہ اور نئی زندگی پیدا کرتا ہے۔

امریکن تاریخ میں ایک نہایت ہی لطیف واقعہ بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب لیڈر کس طرح اپنے نمونہ سے اپنے ساتھیوں کے دلوں کو فتح کیا کرتے ہیں۔ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ پہلے انگریزوں کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ ایک عرصہ کی غلامی کے بعد ان میں آزادی کی تحریک پیدا ہوئی مگر اس وقت ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے پاس مقابلہ کیلئے فوجیں نہیں تھیں اور نہ ہی کافی مقدار میں سامان جنگ موجود تھا اور انگریزوں کے پاس فوجیں بھی تھیں اور ہر قسم کا سامان جنگ بھی تھا۔ بہرحال جب تحریک آزادی شروع ہوئی تو زمینداروں اور مزدوروں وغیرہ نے اپنے آپ کو والنٹیئرز کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا اور سارے ملک میں انگریزوں کے خلاف ایک آگ لگ گئی۔ جب یہ تحریک زیادہ مضبوط ہوگئی تو انہوں نے اپنے میں سے ایک افسر مقرر کیا جس کا نام واشنگٹن تھا اسی کے نام پر بعد میں امریکہ میں واشنگٹن شہر بنایا گیا۔
واشنگٹن ایک سیدھا سادہ آدمی تھا جنگی فنون میں کچھ زیادہ مہارت نہیں رکھتا تھا۔ مگر اخلاص اور درد قومی اس کے اندر موجود تھا۔ وہ سارے ملک میں چکر لگاتا۔ تقریریں کرتا اور لوگوں کو ابھارتا کہ آزادی بڑی نعمت ہے اس کے لئے جدوجہد کرو۔ ایک دفعہ وہ اپنے ملک کا چکر لگا رہا تھا کہ اس نے ایک جگہ پر دیکھا کہ کوئی قلعہ بن رہا ہے اور کارپول نگرانی کے لئے پاس کھڑا ہے۔ کام کرنے والے صرف چار پانچ سپاہی تھے۔ اتفاقاً ایک دو شہتیر ایسے آگئے کہ ان کا اوپر چڑھانا مشکل ہوگیا۔ وہ زور لگا لگا کر اوپر کھینچتے مگر وہ پھر نیچے گر جاتے اور وہ کارپورل پاس کھڑا انہیں کہتا جاتا کہ شاباش خوب زور لگاؤ۔ شاباش ہمت نہ ہارو۔ مگر آگے بڑھ کر ان کی مدد نہیں کرتا تھا۔ اسی دوران واشنگٹن وہاں سے گزرا وہ اس وقت ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اپنا گھوڑا روک لیا اور پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ انگریزی فوج آ رہی ہے۔ اس کے مقابلہ کیلئے ہم یہ قلعہ بنا رہے ہیں تاکہ سپاہی اس میں ٹھہر سکیں۔ اس نے کہا کہ پھر اس

قلعہ کے بننے میں دقت کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ دقت یہ ہے کہ شہتیر بہت بھاری ہیں اور ہم سے اوپر چڑھائے نہیں جاتے۔ اس نے کارپورل سے پوچھا کہ تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ میں تو افسر ہوں۔ میرا فرض یہ ہے کہ میں ان سے کام لوں اور ان کی نگرانی کروں۔

واشنگٹن نے یہ بات سنی تو فوراً اپنے گھوڑے پر سے اترا اور سپاہیوں کے ساتھ مل کر اس نے کام کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ شہتیر اوپر چڑھ گئے۔ جب کام ہو چکا اور وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس جانے لگا تو کارپورل نے اسے کہا کہ میں آپ کا اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس مشکل کام میں ہماری مدد کی۔

واشنگٹن نے جواب میں کہا۔ آپ کی مہربانی۔ میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ جب کبھی آپ کسی ایسی مصیبت میں پھنس جائیں کہ آپ کو دوسرے کی مدد کی ضرورت ہو تو اپنے کمانڈر انچیف واشنگٹن کو بلا لیا کرنا۔

یہ قائد کی مثال ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر کام کیلئے پیش کر دیتا ہے اور قربانی کے وقت وہ دوسروں سے پیچھے نہیں بلکہ ان کے آگے آگے ہوتا ہے اور اپنے نمونہ سے ان کے اندر کام کی تحریص پیدا کرتا ہے اگر کسی اعلیٰ درجہ کے قائد کے ہوتے ہوئے بھی لوگ اس کے نمونہ سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ان کی بڑی بدقسمتی ہوتی ہے۔ ہم نے خدام کے افسروں کا نام بھی قائد اسی لئے رکھا ہے کہ وہ اپنے نمونہ سے لوگوں کے دل فتح کریں''۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 374، 375)

''اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا''

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں تحریر فرماتے ہیں:-

میری ساری عمر حضور کے التفات کے سایہ تلے گذری اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ کے سفر کے موقعہ پر حضور نے خط میں بہت سی قیمتی نصائح فرمائی۔ ان میں سے ایک جس نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا وہ تھی جس میں آپ نے قرآن مجید کی آیت ''اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا کہ تمام عزتوں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔'' کا ذکر فرمایا۔

انگلستان سے واپسی پر میں نے گورنمنٹ سروس اختیار کر لی اور میری شادی حضور کی صاحبزادی سے قرار پائی۔ حضور نے میری بیوی کو نصیحت فرمائی کہ مظفر تو گورنمنٹ کا ملازم ہے مگر تم نہیں ہو۔ غریب اور مساکین سے ملو مگر کبھی کسی کی دنیاوی حیثیت کی وجہ سے انہیں ملنے مت جانا۔ جلد ہی اس امتحان سے گذرنا پڑا جب فنانشل کمشنر صاحب اپنی بیگم کے ہمراہ سرگودھا دورہ پر تشریف لائے۔ تمام افسران کی بیگمات نے فنانشل کمشنر صاحب کی ملاقات کے لئے ان کی رہائش گاہ پر حاضری دی اور باوجود ان کے اصرار کے میری بیوی نے جانے سے انکار کر دیا۔ بعد میں فنانشل کمشنر صاحب کی بیگم نے ڈپٹی کمشنر کی بیگم تک کو چھوڑتے ہوئے خاص طور پر میری بیگم کو علیحدہ چائے کی دعوت پر بلایا اور خاص طور پر پردہ کا اہتمام کیا گیا۔ سرگودھا کے افسران کے حلقہ میں اس پر بڑی حیرانگی کا اظہار کیا گیا اور بار بار یہ سوال کیا گیا کہ آیا میری بیوی کی فنانشل کمشنر کی بیگم سے پہلے سے کوئی شناسائی ہے جس پر میری بیوی نے انہیں بتایا کہ نہیں کوئی ایسی بات نہیں بلکہ وہ تو پہلی مرتبہ انہیں ملی ہیں۔

(بشکریہ: انصار اللہ ربوہ، صفحہ 12)

عہد پر عہد
حضرت مصلح موعودؓ کی
ایک امتیازی شان

(محمود مجیب اصغر)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ، اولاد اور خلفاء میں سے حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کا مثیل اور موعود خلیفہ قرار دیا اور آپ کے وجود کو بڑی عظیم برکتوں اور رحمتوں اور فضلوں کا موجب قرار دیا ہے۔

بچپن سے لے کر آخری عمر تک آپ میں ایک امتیازی شان نظر آتی ہے۔ ابھی آپ کی عمر ۱۹ سال کے قریب ہوگی جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا۔ آپ کو عظیم باپ کے ساتھ بے حد للہی محبت تھی لیکن حضورؑ کی ذات سے زیادہ آپ کو اس مشن کی تڑپ تھی جس کا مقصد بہ برکت خاتم الانبیاء ﷺ آخری دور میں اسلام کا عالمگیر غلبہ اور تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانا ہے۔ اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد بزرگوار کو حضرت خاتم الانبیاءؐ کی غلامی میں مسیح موعود اور مہدیٔ معہود بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال پر آپ کا پہلا ردعمل (Reaction) یہ تھا کہ آپ نے حضورؑ کی میت کے سرہانے کھڑے ہو کر اپنے پیدا کرنے والے ربّ کے حضور یہ عہد کیا:

"اے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا"۔

(سوانح فضل عمر۔ مؤلفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ۔ جلد اول۔صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹)

اس عہد کے پس منظر میں آپ فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری لمحے تھے اور آپ کے ارد گرد مرد ہی مرد تھے .... میں وہاں کھڑا ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی آنکھ کھولتے، ادھر ادھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے۔ پھر کھولتے، ان کی پتلیاں ادھر ادھر مڑتیں اور پھر تھک کر آپ اپنی آنکھیں بند کر لیتے۔ کئی دفعہ آپ نے اسی طرح کیا۔ آخر آپ نے زور لگا کر (کیونکہ آخری وقت طاقت نہیں رہتی) اپنی آنکھ کو کھولا اور نگاہ کو چکر دیتے ہوئے سرہانے کی طرف دیکھا۔ نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں.......... اس وقت میں نے سمجھا کہ آپ کی نظر مجھ کو ہی تلاش کر رہی تھی......"

(سوانح فضل عمر جلداول صفحہ ۱۷۸)

خدائی منشاء کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے خلیفہ حضرت حافظ مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ ہوئے۔ آپ نے خلافت اولیٰ کے دوران حضرت خلیفہ اوّل کا دست و بازو بن کر اپنے اس عہد کو کمال جذبے اور محنت اور خلوص اور پورے ایمان اور یقین اور عمل اور دعاؤں کے ساتھ نبھایا جو آپ نے اپنے والد محترم کی وفات پر اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ آپ کی قابل فخر ہمشیرہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک موقع پر جب کہ آپ صاحب فراش تھے آپ کے عہد کا کیا ہی خوب نقشہ اتارا ہے۔ اپنے منظوم کلام میں فرماتی ہیں ؎

یاد ہے چھبیس مے سن آٹھ حزب المومنیں
وہ غروب شمس وقت صبح محشر آفریں

حسرتیں نظروں میں لے کر صورتیں سب کی سوال
اب کہاں تسکین ڈھونڈیں بے سہارے دل حزیں

اک جوانِ منحنی اٹھا بعزم استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہد راسخ دل نشیں
شوکت الفاظ بھرّائی ہوئی آواز میں
کرب و غم میں بھی نمایاں عزم و ایمان و یقیں
میں کروں گا عمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تری تبلیغ پھیلا دوں گا بر روئے زمیں
زندگی میری کٹے گی خدمت اسلام میں
وقف کر دوں گا خدا کے نام پر جان حزیں
یہ ارادے اور اتنی شانِ ہمت دیکھ کر
اس گھڑی بھی محو حیرت ہو رہے تھے سامعین

کر نہیں سکتا کوئی انکار عالم ہے گواہ
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں

چیر کر سینے پہاڑوں کے قدم اس کے بڑھے
سینہ کوبی پر ہوئے مجبور اعدائے لعیں

صرف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگادی قول پر ہارا نہیں

پھر آپ نے اس عہد کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے وصال کے بعد جب آپ بنفس نفیس خلافت کے منصب عالی پر فائز ہوئے تو آپ نے جماعت کو ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرما کر ہر ذیلی تنظیم کو عہد عطا فرمائے اور ان کے لئے ضروری قرار دیا کہ اپنے اجلاس سے پہلے کلمہ شہادت پڑھ کر اپنا عہد دہرائیں۔ آپ نے ذیلی تنظیموں کو جو عہد عطا فرمائے انہیں یکجا کر کے ذیل میں درج کرنا ازدیاد ایمان کا باعث ہوگا۔

لجنہ اماء اللہ کا عہد
(۱۵سال سے اوپر کی خواتین)

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہوں گی۔ نیز سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی۔ اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گی۔ انشاءاللہ"۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا عہد
(۱۶ سے ۴۰ سال تک کے مرد)

"میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ اسی طرح خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا۔ اسی طرح خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اس کی پابندی کرنا ضروری سمجھوں گا۔ انشاءاللہ"۔

مجلس انصار اللہ کا عہد
(۴۰ سال سے اوپر مرد حضرات)

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ"۔

مجلس اطفال الاحمدیہ کا عہد
(۷ سے ۱۶ سال تک کے بچے)

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ دین اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ کسی کو گالی نہیں دوں گا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ انشاءاللہ"۔

ناصرات الاحمدیہ کا عہد
(۷ سے ۱۵ سال کی بچیاں)

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی۔ انشاءاللہ"۔

☆......☆......☆......☆

ان عہدوں کے ذریعہ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ کے ہر طبقے میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا اور اندرونی تربیت، پاکیزگی کے علاوہ خدمت دین اور اپنی قوم اور وطن اور سب سے بڑھ کر مذہب کے لئے قربانی کا نمایاں جذبہ پیدا فرما دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک لمبا عہد خلافت مختلف النوع حالات و واقعات سے گزرا جو باون سال پر محیط ہے۔ آپ نے استحکام خلافت کے لئے بھی غیر معمولی کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ آپ نے مجلس انتخاب قائم کی اور ان کے لئے مندرجہ ذیل عہد مقرر فرمایا۔

مجلس انتخاب کے ارکان کا عہد

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اعلان کرتا ہوں کہ میں خلافت احمدیہ کا قائل ہوں اور کسی ایسے شخص کو ووٹ نہیں دوں گا جو جماعت مبایعین میں سے خارج کیا گیا ہو یا اس کا تعلق احمدیت یا خلافت احمدیہ کے مخالفین سے ثابت ہو"۔

خلیفۂ وقت کا بیعت لینے سے قبل کا عہد

حضرت مصلح موعودؓ نے آئندہ منتخب ہونے والے خلیفہ وقت کے لئے بھی عہد مقرر کیا جو کہ درج ذیل ہے۔

"میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں خلافت احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کی کوشش کروں گا اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرتا رہوں گا اور میں ہر غریب اور امیر احمدی کے حقوق کا خیال رکھوں گا اور قرآن شریف اور حدیث کے علوم کی ترویج کے لئے جماعت کے مردوں اور عورتوں میں ذاتی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کوشاں رہوں گا"۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۱)

۱۹۵۶ء میں ایک خصوصی عہد

آپ نے اسلام کی ترقی اور خلافت کے استحکام اور ہمیشہ جاری رہنے کے لئے خدام الاحمدیہ سے ان کے سالانہ اجتماع پر (۱۹۵۶ء میں) یہ عہد لیا۔ کلمہ شہادت کے بعد عہد کے الفاظ یہ ہیں:

"ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فرض کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

عرفانِ حدیث

نمبر 94

مرتبہ: عبدالسمیع خان

رسول اللہ کا خطبہ عید

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا۔ آپ نے کسی اذان اور اقامت کے بغیر پہلے نماز پڑھائی پھر بلال کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہوئے اور اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کی اور اپنی اطاعت کی ترغیب دی پھر عورتوں کی طرف تشریف لے گئے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

(صحیح مسلم کتاب العیدین)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین میں روایت ہے جو حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ عید کی نماز کے دن حاضر ہوا۔ آپؐ نے خطبہ سے قبل نماز پڑھائی (جیسا کہ ہم ہمیشہ اسی سنت کے مطابق خطبہ سے پہلے نماز پڑھاتے ہیں) جس سے پہلے نہ تو اذان دی گئی اور نہ ہی اقامت کہی گئی۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر آپ بلالؓ کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آخری ایام کی عیدوں میں سے کوئی عید ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ جب جنگ احد کے بعد زخمی ہونے کی وجہ سے یا یہودن کے زہر دینے کی وجہ سے کمزور ہوئے ہیں تو تب آپ نے سہارا لینا شروع کیا ورنہ کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ تو بلال کے سہارے سے آنحضور ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو تقویٰ کی تاکید فرمائی اور اپنی اطاعت کی رغبت دلائی۔

تقویٰ کی تعلیم دی یہی سب سے بڑی عید ہے۔ عید میں جو باتیں رنگ بھرتی ہیں ان کی جان تقویٰ ہے۔ پس اگر عید تقویٰ سے منائی جائے تو خواہ اچھے کپڑوں میں ہو یا غریبانہ کپڑوں میں ہو وہی عید پر رونق ہے (۔) پس عید کے دن تقویٰ کا ذکر فرمانا بتاتا ہے کہ تم اچھے کپڑے بے شک پہنو مگر ان کپڑوں میں رونق اور بہار تب پیدا ہوگی اگر اندر سے تقویٰ پھوٹے گا اور اس کی شعاعیں ان کپڑوں کو منور کر رہی ہوں گی۔ تو آپ نے تقویٰ کی تاکید فرمائی اور اپنی اطاعت کی رغبت دلائی۔ فرمایا میری اطاعت ہی میں ساری زندگی ہے۔ تقویٰ کے مضمون کا ایک دوسرا رنگ یہ ہے کہ تقویٰ سچا ہو ہی نہیں سکتا اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ ہو تو تقویٰ تو ایک اندر کا معاملہ ہے۔ تقویٰ کے آثار باہر کیسے دکھائی دیتے ہیں وہ اطاعت کے رنگ میں دکھائی دیتے ہیں۔

پس تقویٰ بذات خود ایک لباس نہیں ہے مگر اس کا لباس اطاعت ہے جو اطاعت کے رنگ میں ابھرتا ہے اور دکھائی دیتا ہے۔ یہ اس لئے سمجھنا ضروری ہے ورنہ تو کہہ دیتے ہیں کہ تقویٰ ہے۔ اندر ہو گا مگر وہ لباس کیسے ہوگا اگر دکھائی نہ دے۔ لباس تو وہ چیز ہے جو بدن کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور بیرونی آنکھ کو بھی دکھائی دیتا ہے۔ پس اندر کا تقویٰ' جو بدن اس لباس کے اندر ہے وہ تو لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا' ہاں لباس دکھائی دیتا ہے۔ وہ لباس کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ میری اطاعت ہے تو میری اطاعت کرو گے تو دنیا کو تمہارا تقویٰ دکھائی دے گا۔ پھر مختصر نصیحت فرمائی جس کی تفصیل یہاں بیان نہیں ہوئی۔ مگر یہ بنیادی مرکزی باتیں ہیں جو اس روایت نے محفوظ کی ہیں۔

پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور جو عورتوں کو نصیحت فرمائی اس میں کچھ نسبتاً زیادہ تفصیل بیان کی گئی ہے۔ "صدقہ دیا کرو۔ ورنہ تم اکثر جہنم کا ایندھن بننے والی ہو" یہ جو اکثر کا لفظ ہے یہ بہت ہی ڈرانے والا ہے۔ تو عورتوں کو جب یہ کہا کہ تم صدقہ دیا کرو ورنہ اکثر تم جہنم کا ایندھن بننے والی ہو تو اس پر ایک سرخی مائل سیاہ رنگ خاتون اٹھیں جو ان میں سے بلند رتبہ معلوم ہوتی تھیں۔ یعنی کسی ایسے قبیلہ سے آئی تھیں جن کا رنگ سیاہی مائل تھا اور اس میں سرخی بھی جھلکتی تھی تو وہ اٹھیں اور سرداری کے آثار ان سے ظاہر تھے۔ انہوں نے عرض کیا "کیوں یا رسولؐ اللہ! ہم کیوں جہنم کا ایندھن بنائی جائیں گی؟" فرمایا "اس لئے کہ تم شکوے شکایت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔"

یہ جو ہے شکوے شکایت کرنا' ایک تو پیار اور محبت سے شکوے تو ہوتے ہی ہیں اس لئے شکوے تو جہنم میں نہیں لے جاتے مگر ایک ایسی عادت ہے جو بدقسمتی سے خواتین میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عمر بھر ان سے پیار کا سلوک کیا جائے اگر کسی جگہ بے احتیاطی ہو جائے تو بعض دفعہ کہتی ہیں کہ ساری عمر تمہارے سے ہم نے سکھ دیکھا ہی نہیں۔ تم تو ہو ہی ایسے۔ عمر بھر تم نے ہمیں تنگی میں ہی رکھا ہے۔ یہ جو فقرہ ہے یہ عام ہے اور مردوں میں یہ بہت کم دکھائی دے گا۔ عورتوں کی نزاکت جو طبیعت کی ہے اس میں یہ کمزوری داخل ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ بہت درست فرما رہے ہیں مگر محض یہ بات جہنم کا ایندھن بنانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے ایک اور بات بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں (۔) جس نے بندوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ پس غور کی بات ہے یہ تو نہیں کہ گھر میں عورتوں نے شکوے کئے تو سیدھی جہنم میں چلی جائیں۔ مراد یہ ہے کہ اس مضمون کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی دوسری نصائح کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو بات خوب کھل جاتی ہے کہ انسانوں کی ناشکری ایک بہت ہی بری عادت اور ایک ایسی عادت ہے جو خدا کی ناشکری تک پہنچا دیتی ہے اور جو خدا کی ناشکری ہو اس کے لئے تو جہنم ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے یہ بیان فرما کر جو اس کا حل بتایا وہ بھی اسی مضمون کو خوب کھول رہا ہے' مزید روشن کر رہا ہے۔ فرمایا صدقہ دو۔ خدا کے نام پر جب انسان قربانی پیش کرتا ہے تو اس کے تشکر کا بہترین اظہار ہے۔ یہ نہیں فرمایا خاوندوں کو کچھ دو۔ صاف کھل گیا کہ محض خاوند

کی ناشکری پیش نظر نہیں تھی۔ اگر خاوند کی ناشکری ہی پیش نظر ہوتی اور وہی وجہ بنتی جہنم میں پہنچانے کی تو آنحضرت ﷺ یہ فرماتے کہ ان کے حق مہر معاف کردو' ان کو کچھ اور عطا کرو۔ یہ ذکر ہی کوئی نہیں۔ فرمایا خدا کی راہ میں صدقہ دو۔ کہتے ہیں جب آپؐ نے یہ فرمایا تو خواتین نے اپنے زیورات 'کانٹے' بالیاں' انگوٹھیاں اتار اتار کر بلال کی چادر پر پھینکنی شروع کیں جو بلال نے اس وقت پھیلا دی تھی اور کثرت سے زیور ڈالے۔ احمدی خواتین کے لئے میں اس لئے بیان نہیں کر رہا کہ وہ یہ کریں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج دنیا میں احمدی خواتین ہی ہیں جنہوں نے ان یادوں کو آج دوبارہ زندہ کردیا ہے۔ دنیا بھر میں کہیں احمدی خواتین کی کوئی مثال دکھائی نہیں دے گی۔ آپ مشرق و مغرب کو چھان ماریں' چندے دینے والی خواتین بھی ملیں گی مگر وہ نظارے جو رسول اللہ ﷺ کی عید کے نظارے ہیں یہ آج دنیا میں کسی نے پیش کئے ہیں تو احمدی خواتین نے پیش کئے ہیں۔ بارہا ایسا ہوچکا ہے اور کئی جو ایک دفعہ سب کچھ دے کر پھر زیور بناتی ہیں پھر جب خدا تعالیٰ کے نام پر کوئی تحریک کی جاتی ہے پھر وہ لٹا دیتی ہیں۔ تو اس لئے میں آپ کو ڈرانے کے لئے نہیں بلکہ آپ کو خوشخبری دینے کے لئے یہ بات سنا رہا ہوں کہ اللہ کرے آپ کے جذبے ہمیشہ زندہ رہیں اور آپ تقویٰ کے زیور سے آراستہ رہیں۔

اور جہاں آپ خدا کی راہ میں اظہار تشکر کے طور پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے زیور دیتی ہیں وہاں یاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی پہلی بات بھی آپ کے حق میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوتی ہے کہ تقویٰ اختیار کرو' تقویٰ ہی زیور ہے' تقویٰ ہی حقیقی رونق ہے۔ جو ہاتھ اللہ کی خاطر خالی ہوئے ہوں وہ خدا کی نظر میں تو بہت سج جاتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا کی خاطر جو بھوکا رہتا ہے' مونہہ بند رکھتا ہے اس کی بو بھی اللہ کو پیاری لگتی ہے۔ تو وہ ہاتھ خدا کی نظر میں بہت ہی خوبصورت اور پررونق دکھائی دیتے ہیں جو خدا کی خاطر خالی ہوں۔ مگر یہ مراد نہیں ہے کہ عورتیں ہمیشہ زیور سے خالی ہو جائیں کیونکہ زیور عورت کا ایک حصہ قرار دیا گیا اور قرآن کریم نے زیور اور عورت کے مضمون کو اکٹھا باندھا ہے۔ "حلیہ" میں پلنے والی چیز ہے۔ اس لئے ہرگز یہ مراد نہیں کہ زیور چھوڑ ہی بیٹھو' کچھ اپنے لئے نہ بناؤ' کچھ اپنے لئے نہ رکھو۔ مراد یہ ہے کہ جب بھی توفیق ملے تو اس زیور میں سے خدا کے نام پر کچھ نکالا کرو۔ اور کچھ نہیں تو ایک یہ بھی صدقہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنی غریب بہنوں کو' غریب بچیوں کو ان کی شادی کے موقع پر اگر زیور میں سے کچھ مستقل نہیں دے سکتیں تو عاریتاً دے دیا کرو۔ اور کچھ دیر وہ بھی پہن لیں' کچھ دیر ان کی زیور کی تمنا بھی پوری ہو جائے۔ یہ جو کچھ دینا ہے۔ یہ دراصل حقیقت میں زندگی بھر کی خوشی دینے والی بات ہے کیونکہ عورتیں بھی کہاں زیور ہر روز پہنے پھرتی ہیں۔ ایک آدھ چوڑی لے لی' ایک آدھ بندہ پہن لیا' چند گنتی کے ایسے زیور ہیں جنہیں وہ روزمرہ استعمال کرتی ہیں۔ اور آجکل تو مصنوعی زیور بھی ایسے بن گئے ہیں کہ کوئی پوچھنے والی پوچھے تو پتہ چلے گا کہ اصلی ہیں کہ مصنوعی۔ ورنہ غریبانہ پہنچ میں بھی سجاوٹ کی روزمرہ کی چیزیں آچکی ہیں تو مراد یہ ہے کہ اگر ایک انسان کسی کو شادی

بھی سجاوٹ کی روزمرہ کی چیزیں آچکی ہیں تو مراد یہ ہے کہ اگر ایک انسان کسی کو شادی
کے موقع پر کسی اچھے موقع پر اپنا زیور دے دے خواہ عارضی دے تو چند موقعے جو زندگی کے ہوتے ہیں جس میں امیر بھی پہنتی ہیں ان میں غریب بھی پہن لیں گی اور وہ بھی اس خوشی میں ساتھ شامل ہو جائیں گی۔ تو اس کے لئے دراصل یہ عارضی خوشی بھی ایک دائمی خوشی کا رنگ رکھتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ہی تو ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے موقع محل کی مناسبت سے عارضی طور پر عورتوں کو نصیحت فرمائی کہ اپنا کچھ دے دیا کرو۔ خواہ بعد میں واپس لے لو۔ وہاں حدیث میں خواہ بعد میں واپس لینے کا لفظ تو نہیں ہے لیکن انداز یہ ہے کہ جیسے وقتی طور پر تمہاری بہن کو ضرورت پڑی ہے تو کچھ اس کی ضرورت بھی پوری کردیا کرو۔ تو فرمایا کہ تم شکوے بہت کرتی ہو اور شکوے کا حل کیا بتایا' اس مصیبت سے نکلنے کا حل۔ فرمایا خدا کی راہ میں صدقہ دیا کرو۔ یہی روایت سنن نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین میں بھی ہے اور باب قیام الامام فی الخطبۃ میں بھی یہی روایت درج ہے۔

ایک اور حضور اکرم ﷺ کا عید منانے کا طریق صحیح بخاری کتاب العیدین میں یوں بیان ہوا ہے۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے نماز پڑھاتے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے۔ آپ انہیں نصائح فرماتے' اچھے کاموں کا حکم دیتے اور دیگر اوامر سے مطلع فرماتے۔ اگر آپ کوئی لشکر بھجوانا چاہتے تو اسے بھجوانے کا اعلان فرماتے۔ یعنی عید والے دن میں چونکہ کثرت سے لوگ اکٹھے ہوتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ اب اس مہم پر اسلام کا ایک لشکر جانے والا ہے جو شامل ہونا چاہتا ہے شامل ہو اور جو آنحضرت ﷺ احکامات دیا کرتے تھے عموماً اس موقع پر ان کی دوبارہ تاکید فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر آپ واپس تشریف لے جاتے۔

پس ایک جگہ خواتین کے پاس جانے کا ذکر ہے عید کے بعد۔ دوسری جگہ یہ ہے واپس تشریف لے جاتے۔ مختلف لوگوں نے مختلف صورتوں میں دیکھا ہے اور عید چونکہ اس زمانے میں بھی' اب بھی بہت پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور کثرت سے لوگ آتے ہیں اس لئے ضروری نہیں کہ ہر شخص ہر چیز پوری دیکھ لے۔ جو قریب ہے وہ زیادہ دیکھ لیتا ہے جو دور ہے وہ نسبتاً کم دیکھتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 19 دسمبر 2000ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

''اور آئندہ عید میں بھی میرا وہ پیغام یاد رکھیں کہ آپ کی سچی عید تب ہوگی جب آپ غریبوں کی عید کریں گے۔ ان کے دکھوں کو اپنے ساتھ بانٹیں گے۔ ان کے گھر پہنچیں گے، ان کے حالات دیکھیں گے، ان کی غریبانہ زندگی پر ہوسکتا ہے آپ کی آنکھوں سے کچھ رحمت کے آنسو برسیں۔ کیا بعید ہے کہ وہی رحمت کے آنسو آپ کے لئے ہمیشہ کی زندگی سنوارنے کا موجب بن جائیں۔ ہوسکتا ہے آپکو پہلے علم نہ ہو کہ غربت کیا ہے اس وقت پتہ چلے اور آپ کے اندر ایک عجیب انقلاب پیدا ہو جائے''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 فروری 96ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 5 اپریل 96ء)

حضرت المصلح الموعود کا ایک انوکھا عید کارڈ

(از ڈاکٹر محمد احمد صاحب ابن حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب۔ ربوہ)

۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ڈلہوزی تشریف لے گئے تھے۔ اثنائے قیام عیدالاضحیٰ کا دن بھی آ گیا۔ حضور نے یہ ارشاد فرمایا کہ نمازِ ظہر کے بعد شہر سے باہر چلیں گے۔ چنانچہ اہل قافلہ میں سے بعض کے ہمراہ بکروٹا پہاڑی پر تشریف لے گئے۔ ایک علیحدہ مقام پر پہنچ کر حضور نے دو۔ دو رکعت نوافل با جماعت ادا فرمائے۔ جو قرأت بالجہر کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ میں ادا کئے گئے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:-

''لوگوں نے بھی پیسہ خرچ کر کے کچھ عید کارڈ بھیجے تھے۔ ہم نے بھی آج عید کارڈ بھیجے ہیں۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب ہی درود پڑھ کر دعا کی ہے۔ کہ ان کو اور ان کے خلفاء کو اور تمام اولیائے اُمت کو اور تمام پچھلے انبیاء کو (حضور کی طرف سے' مقتدیوں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب' حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب' محترم خلیفہ تقی الدین صاحب' محترم سید محمود اللہ شاہ صاحب' محترم نیک محمد صاحب' عبدالاحد صاحب' عبدالقادر صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب) اور ان ساتھیوں کی طرف سے جو پیچھے کوٹھی پر رہ گئے تھے۔ سب کی طرف سے تحفہ عید پہنچایا جائے۔ اور تحفہ وہ ہو جو اللہ تعالیٰ مناسب اور بہتر سمجھے''۔

آپ بھی ایسے ہی عید کارڈ بھیجا کریں

اس کے بعد فرمایا کہ ''یہ دعا بھی بہت حد مختصر کرنی پڑی ہے کیونکہ وقت زیادہ ہو گیا تھا''۔ اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا ''کہ کوئی علیحدہ جگہ تلاش کی جائے'' مگر باوجود تلاش بسیار ایسی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ اس پر فرمایا کہ ''اچھا چلو راستہ میں ہی دعا کرتے جائیں گے''۔ چنانچہ اس طرح چلتے چلتے دعائیں کرتے ہوئے حضور اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔ میرے والد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ یہ نماز نوافل اس قدر طویل تھی کہ بعض کمزوروں کو نیند کا ٹھونکا آ جاتا تھا۔ مگر حضور نے بڑے عزم کے ساتھ باوجود کمزور ہونے کے دعا کا حق ادا کیا۔

حجر اسود۔ اللہ تعالیٰ کی نشانی

(مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب۔ کراچی)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَامِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج:33)

یعنی جولوگ اللہ کے شعائر کی عظمت کو قائم کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دل اللہ کے خوف سے معمور ہیں۔ شعائر سے مراد وہ نشانیاں ہوتی ہیں جن سے کوئی چیز پہچانی جاتی ہے۔ اس میں احکامات، قربانیاں، حرمات اور مقدس جگہیں سب چیزیں آجاتی ہیں۔

حجر اسود جو اللہ تعالیٰ کے جسمانی طور پر مُحبانِ صادق کے لیے بنائے گئے خانہ کعبہ کے کونے کا پتھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شعائر اللہ میں داخل کر کے اس کو نسلِ انسانی کے لئے محترم بنا دیا ہے۔ اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ صدیاں بیت گئیں۔ انبیاء، اولیاء اور صلحاء اسے بوسے دیتے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ خاتم النبیینؐ نے بھی اس پتھر کو بوسہ دے کر اسے ہمیشہ کے لئے محترم بنا دیا۔

تنصیب حجر اسود

جہاں تک خانہ کعبہ کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ یعنی (خانہ کعبہ) پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر معین طور پر خانہ کعبہ کی تعمیر اوّل کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ اب تک کسی نے نہیں دیا۔ اسی طرح حجر اسود کی تنصیب خانہ کعبہ کے مشرقی کونے میں کب عمل میں آئی؟ مختلف آراء اس بارے میں موجود ہیں چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب سیرۃ خاتم النبیین کے صفحہ ۷۵۔۷۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت ابراہیم نے خدا سے علم پا کر اسے نئے سرے سے تعمیر کرنے کی تجویز کی تھی۔ حضرت اسمٰعیلؑ تعمیر کے کام میں آپ کے مددگار تھے اور آپ کو پتھر لا لا کر دیتے تھے۔ جب دیواریں کچھ اونچی ہوگئیں تو حضرت ابراہیمؑ نے ایک خاص پتھر لے کر کعبہ کے ایک کونہ میں نصب کیا تا کہ وہ لوگوں کے لیے بطور نشان کے ہو کہ بیت اللہ کا طواف یہاں سے شروع کرنا چاہیے۔ یہ حجر اسود ہے جسے حج میں طواف کے وقت منہ سے یا ہاتھ کے اشارہ سے بوسہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ حجر اسود بالذات کوئی مقدس چیز نہیں ہے اور نہ ہی طواف کے وقت اسے بوسہ دینا شرک سمجھا جاسکتا ہے بلکہ وہ محض علامت کے طور پر ہے اور اصل تقدس صرف ان پاک روایات کو حاصل ہے جو خانہ کعبہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ جب حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، تو آپ نے حجر اسود کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ ''اے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے اور تجھے نفع یا نقصان کی کوئی طاقت حاصل نہیں ہے۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔'' علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ طواف میں صرف حجر اسود والے کونے کو ہی بوسہ نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے ساتھ والے

دوسرے کونے کو بھی بوسہ دیا جاتا ہے اور باقی دو کونوں کو بوسہ دینا اس لیے ترک کیا جاتا ہے کہ بوجہ حطیم کی جگہ چھوٹ جانے کے وہ اپنی اصل جگہ پر قائم نہیں رہے۔ اس طرح بھی حجر اسود کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی''۔

ایک اور رائے کے بارہ میں محترم شیخ عبدالقادر صاحب کچھ یوں لکھتے ہیں۔

''علامہ سراج الدین ابن الوردی نے اپنی کتاب ''خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب'' میں ابن عباسؓ کی ایک روایت درج کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''جب حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط ہوا تو اس وقت آسمان سے ایک پتھر گرا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اسے اٹھا کر کعبۃ اللہ میں ضم کرلیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اس گھر کا حج کیا''۔

اس حدیث سے یہ امر ظاہر ہے کہ حجر اسود شُہبِ ثاقبہ کا ایک ٹکڑا تھا جو کہ آدم علیہ السلام کے وقت میں زمین پر نازل ہوا۔ ہبوطِ آدم کے موقعہ پر جب بظاہر ذریت ابلیس فتح کے نقارے بجا رہی تھی۔ سقوطِ شُہب کے ذریعہ شیاطین کی ہلاکت کا آسمانی نظارہ دکھایا گیا۔ اس رمی شہب کا ایک ٹکڑا زمین پر گرا۔ کالے رنگ کا یہ وہ پتھر ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے اولین گھر کے لیے کونے کا پتھر بنایا گیا۔ یہ پتھر شیاطین کا سر توڑنے کے لیے ایک واضح نشان تھا۔ اور ایک بدیہی علامت۔ زبورِ داؤد اور بشارتِ انجیل میں لکھا ہے۔ ''جو اس کونے کے پتھر پر گرے گا وہ چکنا چور ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اسے بھی وہ نیست و نابود کردے گا''۔ خدائی منشاء کے مطابق آسمان سے گرنے والا یہ شہاب کعبۃ اللہ کی دیوار میں محفوظ کرلیا گیا۔ اب رہتی دنیا تک شیاطین کی ہلاکت کی یہ ایک علامت اور نشان (Symbol) بنا رہے گا۔

مصر کے علمائے آثارِ قدیمہ نے بھی حجر اسود کے ملاحظہ کے بعد یہی رائے دی ہے کہ یہ شُہب ثاقبہ کا ایک ٹکڑا ہے۔

(الفرقان اکتوبر 1964 صفحہ 26 جلد نمبر 14 شمارہ 10)

حجر اسود کہاں سے آیا

استاد یوسف احمد منقش آثارِ عربیہ نے اپنی کتاب ''المحمل والحج'' میں لکھا ہے کہ:-

''......نجانے یہ پتھر اہل عرب تک ٹوٹے ہوئے کارواں کے ذریعے پہنچا یا کسی اور طریق سے......'' مزید یہ کہ اہل عرب نے اس پتھر کو ارضی پتھروں کے مشابہ نہ پایا تو اسے شہاب ثاقب کا ٹکڑا قرار دیا۔

حجر اسود کی کمیت و کیفیت کے بارے میں علم ارضیات و احجار کے ماہرین ہی کچھ کہہ سکتے ہیں اور انہیں ضرور اس کی طبیعاتی ترکیب کے بارے میں اپنی تحقیق سامنے لانی چاہیے تاہم اس کے شہابِ ثاقب ہونے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عرب کے ان ریگ زاروں میں اگر کوئی شہاب ثاقب گرتا تھا تو سادہ تمدن اور کالمعدوم آبادی کی وجہ سے اس پتھر کے وہاں سے ہٹا لیے جانے اور ضائع ہو جانے کا امکان بھی بہت کم تھا۔

(حرم مکہ از پروفیسر عبدالرحمان عبد۔ صفحہ 82)

26 اگست 1983ء کی ایک مجلس سوال جواب میں ایک دوست نے حجر اسود کے بارہ میں سوال کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ''یہ بڑا پرانا سوال ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی اٹھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب پہلی بار خانہ کعبہ تعمیر ہوا تو یہ پتھر اس کے لیے آسمان سے اترا تھا اور جب زمین میں داخل ہوا تو یہاں کے گناہوں سے آلودہ ہو کر کالا سیاہ ہو گیا حالانکہ جب آسمان سے چلا تھا تو بالکل سفید پتھر تھا اس ارشاد نبویؐ سے صاف پتہ چلتا

ہے کہ تمثیلی زبان میں بات ہو رہی ہے کیونکہ پتھر کے تو کوئی گناہ نہیں ہوتے اور نہ گناہ ان پر اثر کرتے ہیں عین ممکن ہے کہ وہ علاقہ جہاں خانہ کعبہ تعمیر ہوا وہاں آسمان سے شہب گرے ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہو کہ پہلے خانہ خدا میں جو پتھر استعمال ہوں وہ ظاہری صورت میں بھی آسمان سے آئے ہوں اور ان پر ارشاد نبویؐ بالکل صادق آتا ہے کہ اگر آسمان سے پوری طرح سفید پتھر بھی چلے تو جب وہ زمین کی کثیف فضا میں داخل ہوتا ہے تو اس کو آگ لگ جاتی ہے۔ پتھر کا جو حصہ نیچے پہنچتا ہے وہ جھلس کر سلیٹی یا کالی رنگت میں بدل جاتا ہے یہ ہرگز بعید نہیں کہ ایسا واقعہ ہوا ہو۔ اور وہ پتھر جو گرے ہوں وہ خانہ کعبہ کی بنیادوں میں استعمال کئے گئے ہوں۔ یہ نہ عقل کے خلاف ہے نہ سائنسی مشاہدہ کے خلاف ہے نہ موقع و محل کے مضمون کے خلاف ہے۔ یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ خانہ کعبہ پر کئی دور آئے ہیں۔ امتدادِ زمانہ سے یہ گھر مٹتا بھی رہا پھر بنتا رہا۔ رفتہ رفتہ پرانے پتھر ضائع ہو گئے صرف یہی ایک پتھر بچا ہوا ہے جسے آغاز کی یاد کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا ہے"۔

(روزنامہ الفضل 18 نومبر 1998ء)

کونے کا پتھر، حجر اسود

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اسوہ سے بھی حجر اسود کی عزت و تکریم فرمائی اور ایک دفعہ تو یہ "کونے کا پتھر" آپ کی حکمت سے اپنی جگہ پر قائم ہوا۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اس واقعہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: "جب قریش کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود کی جگہ پر پہنچے تو قبائل قریش کے اندر اس بات پر سخت جھگڑا ہوا کہ کون سا قبیلہ اسے اس کی جگہ پر رکھے۔ ہر قبیلہ اس عزت کو اپنے لیے چاہتا تھا۔ حتی کہ لوگ آپس میں لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے اور بعض نے تو زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق ایک خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈبو کر قسمیں کھائیں کہ لڑ کر مر جائیں گے مگر اس عزت کو اپنے قبیلہ سے باہر نہ جانے دیں گے۔ اس جھگڑے کی وجہ سے تعمیر کا کام کئی دن تک بند رہا۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ جو شخص سب سے پہلے حرم کے اندر آتا دکھائی دے وہ اس بات میں حَکَم ہو کر فیصلہ کرے کہ اس موقعہ پر کیا کرنا چاہیے۔ اللہ کی قدرت! لوگوں کی آنکھیں جو اٹھیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ کو دیکھ کر سب پکار اٹھے۔ "امین امین"۔ اور سب نے بالاتفاق کہا کہ "ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں"۔ جب آپ قریب آئے تو انہوں نے آپؐ سے حقیقت امر بیان کی اور فیصلہ چاہا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ایسا فیصلہ فرمایا کہ سب سردارانِ قریش دنگ رہ گئے اور آفرین پکار اٹھے۔ آپؐ نے اپنی چادر لی اور اس پر حجر اسود کو رکھ دیا۔ اور تمام قبائل قریش کے روساء کو اس چادر کے کونے پکڑوا دیئے اور چادر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا اور کسی کو بھی شکایت نہ رہی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصویری زبان میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عرب کے مختلف قبائل جواب برسرپیکار ہیں وہ اس پاک وجود کے ذریعہ سے ایک مرکز پر جمع ہو جائیں گے۔ جب حجر اسود کی اصلی جگہ کے محاذ میں چادر پہنچی تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے چادر پر سے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ جیسا کہ پہلے کہا گیا تھا تصویری زبان میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عنقریب نبوت کی عمارت کے "کونے کا پتھر" آپؐ کے وجود سے اپنی جگہ پر قائم ہوگا۔" (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 109)

حجر اسود ان شعائر اللہ میں سے ہے جنہیں خانہ کعبہ کے طواف اور حج کے فریضہ کے دوران بھی اہمیت حاصل ہے جسکا عملی نمونہ آنحضرتؐ نے خود پیش فرمایا۔ چنانچہ حضرت سالم اپنے والد سے روایت بیان فرماتے ہیں:۔
''میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ جب آپ مکہ آتے تو طواف شروع کرتے وقت حجر اسود کو چومتے اور طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین میں دوڑ کر چلتے''۔
(بخاری۔کتاب المناسک باب الاسلم الحجر)

حضرت ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں۔
''میں نے آنحضرتؐ کو مس کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر حجر اسود اور رکن یمانی''۔
(کتاب المناسک باب ماذکر فی حجر الاسود۔بخاری)

اسی طرح اور احادیث بھی آئی ہیں جن میں آنحضرتؐ کا حجر اسود کو بوسہ دینے کا ذکر ہے۔ نیز سنت نبویؐ یہ ہے کہ طواف حجر اسود سے شروع کیا جائے۔
احادیث میں چار مختلف نام آئے ہیں۔
1-الحجر الاسود۔2-الحجر۔3-الرکن الاسود۔4-الرکن

موجود حجر اسود

حجر اسود آج بھی قائم و دائم ہے......زمانہ کے باعث اس پر بھی کئی ادوار آئے اور اب یہ کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ ان ٹکڑوں کو اردگرد ایک انچ چوڑی پتری لگا کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔ حجر اسود خانہ کعبہ کے مشرقی کونے میں نصب ہے اور سطح مطاف (وہ جگہ جہاں سے طواف کیا جاتا ہے۔) سے ڈیڑھ میٹر بلند ہے۔ پتھر اپنی طبعیاتی حالت میں بسالت (سخت پتھر) اور لاوے کا مرکب ہے جس کا رنگ سرخی مائل ہے۔ اس میں پیلے پیلے ذرات ہیں۔ کثرت کے ساتھ چومنے کی وجہ سے چونکہ اس کی سطح گھستی جارہی ہے اس لیے اس کے اوپر شیشہ لگا دیا گیا ہے اور آجکل اس کا بوسہ لینے والا اس شیشہ کا ہی بوسہ لیتا ہے۔

خدا کے آستانہ کا پتھر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:''خدا کا آستانہ مصدر فیوض ہے یعنی اسی کے آستانہ سے ہر یک فیض ملتا ہے پس اس کے لیے معبرین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں حجر اسود کو بوسہ دے تو علوم روحانیہ اس کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ حجر اسود سے مراد منبع علم و فیض ہے''۔
(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر۲ صفحہ ۱۳۵-۱۳۶)

حجر اسود کیا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:''حجر اسود کیا ہے؟ ایک اَنگھڑا پتھر ہے۔ چونکہ گھڑے ہوئے پتھروں کی عبادت ہوتی تھی اس واسطے ابراہیمؑ اور ان کی اولاد نے یادگار نشان کے لئے اَن گھڑے پتھر رکھے تھے۔'' (حقائق الفرقان جلد نمبر 1 صفحہ 509)

بوسہ ایک تصویری زبان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حجر اسود کو بوسہ دینے کے متعلق فرماتے ہیں:''یہ بات بھی تاریخی طور پر ثابت ہے کہ خانہ کعبہ پر کئی دور آئے ہیں۔ امتدادِ زمانہ سے یہ گھر مٹتا بھی رہا پھر بنتا رہا۔ رفتہ رفتہ پرانے پتھر ضائع ہو گئے۔ صرف یہی ایک پتھر بچا ہوا ہے جسے آغاز کی یاد کے طور پر سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ اس سے محبت اور عشق ایک قدرتی بات ہے۔ حضرت عمرؓ اس کو بوسہ دیتے وقت یہ فرمایا کرتے تھے کہ تو ایک پتھر ہی تو ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس سے شرک کا جو احتمال تھا اس کی نفی ہو جاتی ہے'' (الفضل 18 نومبر 1998 صفحہ 3)

حج

(حضرت مولانا ابوالسلام جالندھری)

دنیائے اسلام کا بے مثال روحانی اجتماع

ہیں۔ وہ سب کفن کی مانند دو چادروں میں ملبوس بیت اللہ الحرام کے گرد دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔

- وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ رہے ہیں۔
- وہ عرفات کے میدان میں کائنات کے مالک کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں۔
- وہ منیٰ کے مقام پر بطور شعار جانوروں کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔
- ان کی زبان پر "اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک" ہے۔
- ان کے دل آستانہ الوہیت پر پگھل رہے ہیں۔
- ان کی جبینیں خاک پر جھکی ہوئی ہیں۔

یہ لوگ نہ جھگڑنا جانتے ہیں، نہ انہیں کسی قسم کے دنیاوی دھندے سے سروکار ہے۔ یہ سب کچھ تیاگ کر اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے سرگرداں پھر رہے ہیں۔ یہ حجاج ہیں ان کی سرفروشانہ مدہوشی کا نام حج ہے۔ یہ چند دن کی عبادت ہے۔ مگر اسے ایک مرتبہ پورے صدق دل سے بجالانے کے ساتھ انسان کا دل دھل جاتا ہے۔ اس کے سارے زنگ دور ہو جاتے ہیں اور وہ حج پا ایک نئی زندگی لے کر آنے والا انسان ہوتا ہے۔

سچا حاجی بے شک اس رنگ و بو کے جہان میں بستا ہے مگر وہ اپنی ہی دنیا میں مگن رہتا ہے کیونکہ اس نے وہ کچھ بھی دیکھا ہے جو اس کے ارد گرد کے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ جس سے دوسرے ابھی آشنا نہیں۔ حج پا اس میں یہی آثار و ثمرات ہیں۔ بیت اللہ تو ابتدائے آفرینش سے قائم ہے اور لوگ اس کی زیارت کے لئے شروع سے آتے تھے۔ مگر حوادث زمانہ سے ایسا انقلاب آیا کہ اس کے بعد ضرورت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توجہ دلائے کہ وہ انہی بنیادوں پر اس گھر کو پھر استوار کریں اور اس کی آبادی کے لئے اپنی بیوی اور اپنے اکلوتے فرزند کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ جائیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اشارہ خداوندی کی تعمیل کی۔ سیدہ ہاجرہؓ کے لئے کتنی صبر آزما گھڑی تھی کہ ننھا شیر خوار بچہ گود میں ہے اور خاوند اسے تن تنہا چھوڑ کر فلسطین کا رخ کر رہا ہے۔ مگر وہ کامل الایمان صدیقہ اپنی فراست سے سمجھ گئی کہ وہ ابراہیمؑ جو حضرت لوطؑ کی بدعمل قوم کی بربادی کی خبر پر بے تاب ہو گیا تھا آج بلاوجہ اپنی چہیتی بیوی اور دنیوی طور پر اپنی ساری امیدوں کے آماجگاہ لخت جگر (حضرت) اسماعیلؑ کو اس لق و دق صحرا میں یونہی نہیں چھوڑ رہا۔ چھوڑ کر جانے والے خاوند اور چھوڑی جانے والی بیوی کے جذبات انسانی حالت میں تھے ـــ تاہم حضرت ہاجرہؓ نے پوچھ لیا کہ:

"کیا آپ اتنا بڑا اقدام خدا تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں؟"

خلیل اکبر علیہ السلام نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا

"ہاں ایسا ہی ہے"

تب حضرت ہاجرہؓ کی زبان سے بے ساختہ نکلا:

"اذاً لا یضیعنا" تب وہ خدا ہمیں کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا"

اس کے بعد پانی کا مشکیزہ ختم ہو گیا۔ ہاجرہؓ آخر عورت تھیں بڑے سے بڑا جری مرد بھی اس موقع پر ہاجرہؓ سے بڑھ کر جرات نہ دکھا سکتا تھا۔ پانی کی تلاش میں کبھی صفا پر جاتی تھیں اور دور سے آنے والے قافلے کے لئے نظر دوڑاتی تھیں۔ جب کوئی نظر نہ آتا تھا تو دوسری پہاڑی مروہ پر بھاگ کر جاتی تھیں اور درمیان میں ننھے اسماعیلؑ کو پیار بھری نگاہوں سے دیکھ جاتی تھیں۔ صدیقہ ہاجرہؓ نے اس طرح سات چکر کاٹے۔ آخر زمزم نمودار ہوا اور پانی کا مسئلہ حل ہو گیا۔ صفا اور مروہ کے سات چکر آج بھی حاجی لگاتا ہے اور اس پرانی قربانی کی یاد کو تازہ کرتا ہے ـــ خدا کی پیش گوئیوں کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی یقین تھا کہ خدا اسماعیلؑ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا بلکہ اسے ایک ہونہار اور نادر درلست بنائے گا۔ جس سے قومیں برکت پائیں گی۔ وہ گاہے بہ گاہے اپنے نونہال کو دیکھنے کے لئے فلسطین سے وادی مکہ میں آ جاتے تھے۔

مشیت خداوندی

جب یہ بچہ سن شعور کو پہنچا اور کلام کرنے کے قابل ہوا اور باپ اور بیٹے نے مل کر بیت اللہ کو پرانے آثار پر استوار کر دیا تو اشارہ خداوندی سے ایک اور امتحان درپیش آیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ بیٹے سے پوچھا۔ سعادت مند بیٹا آگے بڑھ کر بولا:۔

"آپ بے دریغ اس حکم کی تعمیل فرمائیں جو آپ کو ملا ہے۔ مجھے آپ خدا کے فضل سے صبر و استقلال کا پتلا پائیں گے"۔

کامل آمادگی کے اظہار پر مشیت خداوندی نمودار ہوئی اور ابراہیمؑ کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا گیا اور اسماعیلؑ کی بے مثال قربانی کی تقلید میں قربانیوں کا نہ ختم ہونے والا تسلسل جاری کر دیا گیا۔ جو آج چار ہزار برس بیت جانے کے باوجود اسی آب و تاب سے پیش کی جا رہی ہیں۔ ہزاروں منیٰ میں اور بے شمار اسلامی دنیا کے کونے کونے میں۔

حج بیت اللہ اور منیٰ کی قربانیاں درحقیقت اسی قربانی عظیم کی یادگار ہیں جو گھرانہ خلیل اللہ نے پیش کی تھیں۔ تینوں دل ذبح ہو گئے۔ باپ اور خاوند بھی امتحان میں پورا اترا ـــ ماں اور بیوی بھی امتحان میں پوری اتری ـــ بیٹا بھی امتحان میں پورا اترا ـــ ان کامل قربانیوں کی مکمل یادگار حج کی صورت میں مقرر ہوئی جو زمین اور آسمان کے قیام تک جاری رہے گی۔

دعا کے فوائد

حضرت مصلح موعود کے ارشادات کی روشنی میں

دعا کی حقیقی غرض اور مقصد

دعا کی حقیقی غرض اور مقصد بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

''اصل بات یہ ہے کہ دعا کی وہ حقیقی غرض نہیں جو عام طور پر خیال کی گئی ہے یعنی یہ کہ بس جو کچھ مانگا جائے وہ ضرور مل جائے۔ بلکہ حقیقی غرض دعا کی ایمان اور تزکیہ نفس کا پیدا کرنا ہے۔ دعا کا حقیقی مقصد تو یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ پر ایمان حاصل ہو اور اس کے دل میں صفائی اور پاکیزگی پیدا ہو''۔(انوار العلوم جلد ۹ صفحہ ۴۳۲)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء کے دوسرے روز مورخہ ۲۷ دسمبر کو اپنے پر معارف خطاب میں دعا کے فوائد بیان کئے جو ذیل میں تحریر کئے گئے ہیں۔

دعا سے خدا تعالیٰ کی صفات پر ایمان کا حصول

''پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص کا بندہ کے منہ سے اقرار کرا لیتی ہے اور خدا تعالیٰ کی صفات پر یقین دلاتی ہے کیونکہ انسان جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قادر یقین کرتا ہے کہ وہ اس کی مصیبت کو دور کر سکتا ہے یا اس کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے تو اس طرح بندہ کو خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور اگر اس کی ایک دعا بھی قبول ہوتی ہے تو وہ اس کے دل میں یہ یقین پیدا کرتی ہے کہ اس کا خدا وہ خدا ہے جو اس کے لئے اپنے قانون کو بھی بدل سکتا ہے''۔

دعا سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول

''دوسرا فائدہ دعا کا یہ ہے کہ انسان جب دعا کرتا ہے تو اس وقت اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے قریب ہے اور میری آواز کو سنتا ہے۔ دعا کی اصل غرض یہ نہیں کہ اس کی عارضی ضروریات ہی پوری ہوں بلکہ اس کی اغراض میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچا جائے اور اس کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اس کو یہ یقین ہو اور اقرار بھی کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قریب ہے۔ چنانچہ اس غرض کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس طرح بیان فرماتا ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب کہ بندہ جب میرے حضور دعا کرتا ہے تو میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اس کی آواز کو سنتا ہوں۔ پس دعا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے قرب کا مقام حاصل ہو اور وہ اسے اپنی گود میں لے لے''۔

دعا سے انعامات کے حصول کی تیاری

''پس دعا کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ اس دنیا میں انسان کے اندر اگلے جہان میں کام کرنے کے لئے قابلیت پیدا ہو جائے۔ گو یہاں اس کی دعائیں قبول نہ ہوں لیکن وہ اگلے جہان میں کام آنے والی حسنات بہی کھاتہ میں درج کی جاتی ہیں۔ تو دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو اور انعامات کے لئے تیار کیا جاتا ہے''۔

دعا سے توکل کا حصول

''چوتھا فائدہ دعا کا یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ پر توکل کا نشان ہے کیونکہ بندہ دعا کے وقت اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ اقرار کرتا ہے کہ تو ہی قادر و توانا ہے۔ خدا کے فضل کے ہم کبھی امیدوار نہیں ہو سکتے جب تک اس کے حضور اقرار نہ کریں کہ تو طاقتور ہے اور ہم کمزور ہیں۔ یہ توکل کا مقام ہے جو دعا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا''۔

دعا سے اللہ تعالیٰ کے قدرت کے نمونے ملنا

''پانچواں فائدہ دعا کا یہ ہے کہ دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یقینی نمونے ہمیں ملتے ہیں...... جب ہم روزانہ دعاؤں کی قبولیت کے نمونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہم کیسے ان کے اثرات سے انکار کریں''۔

دعا سے دل میں قوت اور طاقت کا پیدا ہونا

''چھٹا فائدہ دعا کا یہ ہے کہ اس سے دل میں قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے اور بزدلی دور ہوتی ہے کیونکہ بزدلی مایوسی سے پیدا ہوتی ہے لیکن دعا کرنے والا مایوس نہیں ہوتا جو شخص دعا کرے گا اللہ کے حضور یہ یقین لے کر جائے گا کہ خدا ہے اور وہ میری مدد یا حاجت روائی کر سکتا ہے اس سے اس کے دل میں تسلی ہو گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ جزع فزع سے محفوظ رہے گا اور دوسرے سامان بھی کام کے لئے مہیا کرے گا''۔

دعا سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول

''ساتواں فائدہ یہ ہے کہ بعض وقت دعا کا قبول نہ ہونا ہی اس کا قبول ہونا ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں ہیں جن کو انسان مفید سمجھتا ہے لیکن وہ مضر ہوتی ہیں۔ اس لئے بعض دفعہ دعا کا قبول نہ کرنا ہی انسان کے لئے رحمت ہوتا ہے''۔

دنیوی مشکلات میں دعا کا اثر

''آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ جس جگہ پر تدبیر رہ جاتی ہے۔ وہاں دعا کام کرتی ہے۔ جب تدابیر اور ظاہری اسباب کا سلسلہ منقطع نظر آتا ہے اس وقت دعا اپنا اثر دکھاتی ہے''۔

دعا سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ملنا

''نواں فائدہ دعا کا یہ ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہوتی ہے دعا مانگنے کے بعد جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر زیادہ ثبوت ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ ہی آپ کوئی کام ہو جائے''۔

(بحوالہ انوار العلوم جلد نہم صفحہ ۴۳۳ تا ۴۳۵)

دعاؤں کے ان روح پرور فوائد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیئے کہ اپنا بیشتر وقت دعاؤں میں گزاریں۔ اور اس رمضان المبارک کو دعاؤں کے لحاظ سے یادگار بنادیں۔ اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اس پاکیزہ نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''پس خوب سمجھ لو کہ اگر تم آہ و بکا اور عجز و انکسار میں سستی کرو گے تو خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے انسان خدا کا محتاج ہے نہ کہ خدا انسان کا۔ انسان کو خدا کی ضرورت ہے نہ کہ خدا کو انسان کی۔ ہم فقیر ہیں اور خدا غنی۔ اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ اس کا دروازہ کھٹکھٹائیں نہ کہ وہ ہمیں اپنے فضل اور رحم سے جگائے اور پھر بھی ہم اس سے کچھ نہ مانگیں پس سستی کو چھوڑ کر دعائیں کرنے کی عادت ڈالو...... پس خدا تعالیٰ کے حضور دن رات ایک کر کے عرض کرو اور دعاؤں کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے غرض یہ کہ ہر وقت وردِ زبان رکھو''۔

(خطباتِ محمود جلد پنجم صفحہ ۱۶۶، الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۱۶)

ایک الزامی جواب

(سید میر محمود احمد ناصر)

۳؍دسمبر ۲۰۰۱ء کے امریکی جریدے "Time" میں لکھا ہے:

"..... nowhere in the Muslim world are women treated as equals."

یہ اعتراض دہراتے چلے جانے والے مختلف اقوام اور مذاہب اور نظریات سے تعلق رکھنے والے ہیں اور اللہ کے فضل سے جماعتی لٹریچر میں علمی اور تحقیقی رنگ میں اس اعتراض کا شافی جواب آ چکا ہے۔ اس مختصر نوٹ میں ایسے معترضین کو الزامی جواب دینا مقصود ہے۔

(۱)...... پرانے عہد نامہ میں سات اقوام کی عورتوں اور بچوں کو ان اقوام کو مغلوب کر کے قتل کرنے اور نابود کرنے کا حکم ہے۔ (استثناء باب ۷ اور باب ۲۰)۔ عورتوں سے غیر انسانی سلوک کے لئے پرانے عہد نامہ کی کتاب "قضاۃ" کا آخری باب پڑھنا ہی کافی ہے۔ گنتی باب ۲۷ میں حکم ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں بیٹی اپنے باپ کی وارث نہیں ہو سکتی۔

(۲)...... نئے عہد نامہ کے مطابق یسوع ناصری کے بارہ کے بارہ حواری مرد تھے کسی عورت کو حواری نہیں بنایا گیا۔ نئے عہد نامہ میں لکھا ہے:

"اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے جیسے کہ مسیح کلیسیا کا سر ہے اور وہ خود بدن کا بچانے والا ہے۔ لیکن جیسے کلیسیا مسیح کا تابع ہے ویسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں"۔

(افسیوں باب ۵ آیات ۲۲ تا ۲۵)

کیتھلک چرچ کی دو ہزار سالہ تاریخ میں ایک عورت کو بھی پوپ کے عہدہ پر فائز نہیں کیا گیا۔

(۳)...... چوتھے وید اتھر وید میں عورت کو شراب اور جوا کے ساتھ دنیا کی تین بدترین چیزوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔ انگریزی حکومت کو کتنا برا کہو اس کا اس برصغیر پر احسان ہے کہ اس نے ستی کی رسم بند کر کے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں سے ہزارہا عورتوں کو بچایا اور اورنگزیب عالمگیر نے صرف کشمیر میں جہاں مسلم آبادی ۹۹ فیصد تھی ستی کی رسم کو بند کرنے کا اعلان کیا تو آج تک اس بادشاہ کو معاف نہیں کیا گیا۔

(۴)...... کمیونسٹ روس میں جو مذہب کا شدید مخالف تھا لینن سے لے کر گورباچوف تک ایک خاتون بھی سربراہ مملکت نہیں بن سکی۔

(۵)...... امریکہ کی دو سو سالہ جمہوریت میں صدر واشنگٹن سے لے کر صدر بش تک ایک عورت بھی امریکہ کی صدر یا نائب صدر نہیں بن سکی۔

امید ہے کہ رسالہ ٹائم کے ایڈیٹر ان دوسرے ممالک اور اقوام میں خواتین سے "حسن سلوک" سے اپنے جریدے کے صفحات کو مزین کریں گے۔

بقیہ صفحہ ۲۰

بقیہ صفحہ ۲۰

در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔ اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰهُمَّ آمين، اَللّٰهُمَّ آمين، اَللّٰهُمَّ آمين"۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۵۹ء)

خدا تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کے درجات اپنے قرب میں بلند سے بلند تر فرماتا رہے اور جس جذبہ اور اولوالعزمی کے ساتھ آپ نے آنحضرت ﷺ کے عظیم روحانی فرزند کے مشن کو تکمیل کے مراحل کی طرف پورے زور کے ساتھ کھینچا اور جماعت احمدیہ کی تنظیم کو کمال تک پہنچایا، خدا کرے کہ ہر احمدی اس جذبہ کے ساتھ خلیفۂ وقت کے دامن سے وابستہ ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے نہایت ہی مفید اور کارآمد وجود بن جائے اور اس کے سینہ میں وہی دل دھڑکنے لگے جو خلیفۂ وقت کے سینہ صافی میں دھڑکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی رضا حاصل ہو جائے۔ آمین یا اَرْحَمَ الرَّاحِمِين

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارہ میں

ایک ضروری یاددہانی

زکوٰۃ پانچ ارکانِ اسلام میں سے تیسرا رکن ہے اور یہ ہر اُس احمدی مسلمان پر جو صاحبِ نصاب ہو فرض ہے خواہ وہ چندہ عام یا حصہ آمد ادا کرتا ہو۔ چندہ کو ہرگز زکوٰۃ کا متبادل نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ چندہ عام یا حصہ آمد تو آمد پر ادا ہوتا ہے خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو جبکہ صاحبِ نصاب وہ شخص ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولے (یعنی 612.36 گرام) چاندی یا اتنی مالیت کے برابر سونا یا نقدی ہو۔

زکوٰۃ اس رقم پر یا بینک بیلنس پر ادا کی جاتی ہے جو ایک سال تک کسی کے پاس یا بینک میں رہے۔

سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ صرف اس شکل میں واجب ہوتی ہے جو عام طور پر استعمال میں نہ رہتے ہوں۔ جو زیور عام طور پر استعمال میں رہتے ہوں لیکن وہ زیور غرباء کو عاریۃً نہ دیئے جاتے ہوں تو اُن کی زکوٰۃ ادا کرنا ہی بہتر ہے لیکن سونے چاندی کے جو زیور عام طور پر استعمال میں بھی رہتے ہوں اور کبھی کبھار غرباء کو بھی ان کی ضرورت پر استعمال کے لئے دے دیئے جاتے ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنی مالیت کے برابر سونا یا نقدی کا چالیسواں حصہ (2.5%) سال میں ایک بار بطور زکوٰۃ کے ادا کی جاتی ہے۔

نوٹ:۔ زیور میں اگر کوئی اور دھات ملی ہوئی ہو یا پتھر وغیرہ لگے ہوئے ہوں تو اُن کے وزن کا اندازہ لگا کر پھر سونے یا چاندی کی مقدار کے مطابق اس پر زکوٰۃ لگائی جائے گی۔

احبابِ جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ جو صاحبِ نصاب ہیں وہ اس فرض کی ادائیگی کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

عظمت تحریک جدید

حضرتِ فضلِ عمر کی یادگار بے نظیر
جس کے سایہ میں ہیں اقوامِ جہاں راحت پذیر
ہے مکلّف اس کی خدمت کے لئے ہر احمدی
خواہ کوئی مرتبہ میں بادشاہ ہو یا فقیر

پیمانۂ تحریک جدید

آج گردش میں ہے پیمانۂ تحریک جدید
منبعِ فیض ہے میخانۂ تحریک جدید
مرحبا جذبۂ قربانی و ایثار و وفا
ہر خرد مند ہے دیوانۂ تحریک جدید

فصلِ بہار

اپنے عمل سے اپنے جنوں کو عیاں کرو
قربانیوں کا وقت ہے قربانیاں کرو
اے خادمانِ دینِ متیں ہوشیار باش
فصلِ بہار ہے نہ اسے رائیگاں کرو

چوہدری شبیر احمد